

حزب ۱۱۱ نصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

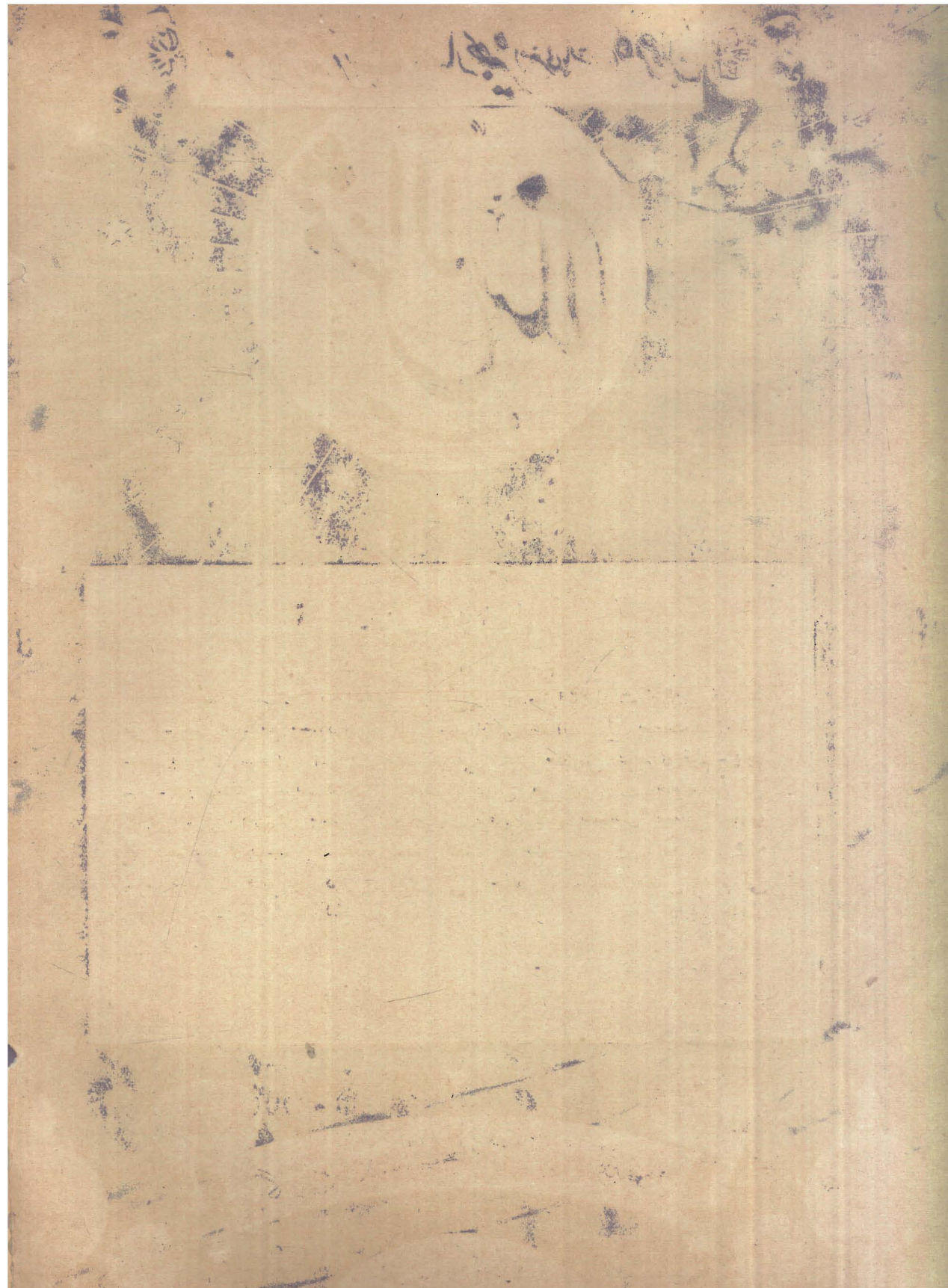
پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بہیڑہ کی عظیم الشان عمارت کی مرمت دارالعلوم عزیزہ بہیڑہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - فقیہ حائے دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کیلئے مسائل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بہیڑہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی ترویج اشاعت میں حصہ لینے اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرمائیں ۔

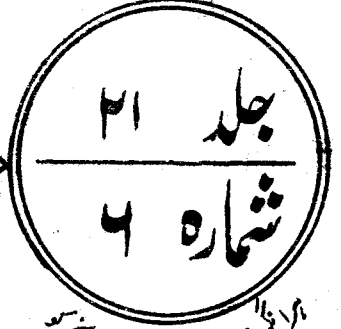
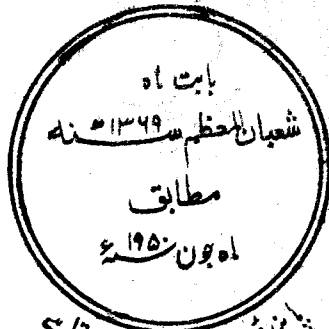
افتخار احمد باوي كان المله

امير حزب الانصار بهيرة ونجاش

عن أبي عبد الله عليه السلام قال من قرأ سورة الحديد في يوم الجمعة كان له أجر عظيم

تحت لدا آره





پابندی وقت سے شائع ہوگا

پاکستانی ماہ کی گیارہ تاریخ

(۱) بزم انصار ادارہ

(۲) شذرات "

(۳) منتخبات القرآن ... مولانا محمد امجد صاحب الحسینی

(۴) کھانا کھانیکہ آداب ادارہ

(۵) تعلیمات اسلامی ادارہ

(۶) سیرت صدیق مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی

(۷) تذکرہ الکرام محترم مولانا محمد امین صاحب کوٹلی

(۸) اسلامی دانشاوی ایک جھلک ... محترم اشرف صاحب بھٹی دہلوی

(۹) شیعہ حضرات کے بارہ امام | محترم مولانا محمد رفیع دلاوی

اور مسئلہ ختم نبوت

(۱۰) دولت کی غلط تقسیم ادارہ

(۱۱) ماہ رمضان المبارک | دفتر شعبہ تبلیغ مجلس

متعلق پیغام اسلام | حزب الانصار بمیرہ

ماہنامہ

I

شمس الاسلام

I

مدیر غازی - سید سیاح الدین کا کاخیل

I

دفتر ماہنامہ شمس الاسلام جامع مسجد

عبد اللہ - مقابلاً بمیرہ (پاکستان)

غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، ثنائی برقی

پریس سرگودھا سوسائٹی بمیرہ (پاکستان) سے شائع ہوا۔

ضروری گذارش: ہر جملہ خط و کتابت و ترسیل نہ بنام منیجہ "شمس الاسلام" ہو، نہ عامی۔

بزم انصاف کاسر کدگی حنہب الا انصاف

بارہ شعبان المعظم پیر کا روز عرصہ مدید تک
یا دار رہیگا۔ جبکہ پرستان توحید، حامیان سنت نبویؐ کا انہو
کثیر سرفرض کیلئے جمع ہوا۔ کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری
کے فتم شریف میں شامل ہو کر حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم عزیزی
کی زبان در فشان سے آخری حدیث کلمتان الثقیلتان
علی المیزان الخ کی تقریر سن کر اپنے ایمانوں کو تازہ کر کے خوشنودی
الٹی حاصل کریں۔ حضرت شیخ الحدیث کی تقریر علم و عرفان
میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا مفتاح
احمد صاحب بگوی مہتمم دارالعلوم عزیزی نے اہمیت حدیث
پاک اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان
کرتے ہوئے..... حاضرین کی تشریف
آوردی کا شکریہ ادا کیا۔ اور گرامی قدر حکیم مولوی شاہ محمد رضا
رہیس مجیر کی تقریر کا اعلان کیا۔ حضرت محترم نے فارغ التحصیل
طلبہ کو بیش قیمت نصیحتیں فرمائیں۔

ختم شریف | چار شعبان المعظم پیر کا روز عرصہ مدید تک
یا دار رہیگا۔ جبکہ پرستان توحید، حامیان سنت نبویؐ کا انہو
کثیر سرفرض کیلئے جمع ہوا۔ کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری
کے فتم شریف میں شامل ہو کر حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم عزیزی
کی زبان در فشان سے آخری حدیث کلمتان الثقیلتان
علی المیزان الخ کی تقریر سن کر اپنے ایمانوں کو تازہ کر کے خوشنودی
الٹی حاصل کریں۔ حضرت شیخ الحدیث کی تقریر علم و عرفان
میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا مفتاح
احمد صاحب بگوی مہتمم دارالعلوم عزیزی نے اہمیت حدیث
پاک اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان
کرتے ہوئے..... حاضرین کی تشریف
آوردی کا شکریہ ادا کیا۔ اور گرامی قدر حکیم مولوی شاہ محمد رضا
رہیس مجیر کی تقریر کا اعلان کیا۔ حضرت محترم نے فارغ التحصیل
طلبہ کو بیش قیمت نصیحتیں فرمائیں۔

دعائے خیر | اس پاک مجلس میں جبکہ برکات و انوار کا نزول
ہو رہا تھا۔ تو دارالعلوم عزیزیہ کے معاونین
مدین۔ سرپرست حضرات کیلئے خصوصی دعائیں کی گئیں۔
کہ اللہ کریم ان کی عزت، جان، مال میں برکت دے اور دینی فدا
کی بیش از بیش توفیق بخشنے۔

سالانہ امتحان | طلبہ دارالعلوم عزیزیہ کا سالانہ امتحان

علم التفسیر : ہر جلالین شریف۔ بیضاوی شریف۔

علم الحدیث : ہر مشکوٰۃ شریف۔ بخاری شریف۔ مسلم
شریف۔ ترمذی۔ ابوداؤد شریف۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔
اصول حدیث : ہر نخبۃ الفکر۔

علم فقہ : ہر نور الایضاح۔ قدوری۔ کنز الدقائق۔ شرح
وقایہ اولین۔ ہدایہ اولین اخیرین۔ (در مختار مع شامی) از کتاب
الکراج تا کتاب البیوع۔

اصول فقہ : ہر اصول شامی۔ نور الانوار۔ حسامی۔ توفیق
القولیج۔

عقائد : ہر شرح عقائد مع خیالی۔

ادب : ہر نفحۃ العرب۔ مقامات۔ متنبی۔

فلسفہ : ہر مینیدی۔ مدرا۔ شمس بازغہ۔

منطق : ہر صفری۔ کبریٰ۔ ایساغوجی۔ مرقات۔ قطبی۔

ماہسن۔ رسالہ قطبیہ۔ حمد اللہ۔ قاضی سلم العلوم۔

مناظرہ : ہر رشیدیہ۔

وراثت: مر سراجی۔

ریاضی: مر تفریح۔ شرح چغینی۔

نحو: مر نحو میر۔ شرح مائتہ عامل۔ ہدایۃ النحو۔

کافیہ۔ شرح جامی۔ وغیرہ

صرف: مر ابواب الصرف۔ قاعدہ تجرید لکھیوالی۔

عبد الغفور۔ مراحل الادراج۔ فصول الکبریٰ۔

نظم فارسی: مر ازکیما۔ تا۔ گلستان۔ بوستان۔ و نصاب

جدید فارسی مولوی مشتاق احمد۔

و شام لکھے جمع کرنیوالوں پر نازل ہوں۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں
 (اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرماویں) کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس دارالعلوم
 عزیزہ سے نفع پہنچائے وسیلے بہار سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ان لوگوں کو جو اللہ اور اس کے رسول
 پر ایمان لائے۔ اس بات کی کہ وہ دارالعلوم کی خدمت کر کے سعادت و برکت
 حاصل کریں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جو امین کہیں۔ خدا تعالیٰ
 کی رحمت نازل ہو جائے سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی
 تمام آل و اصحاب پر۔ آمین۔

فارغ التحصیل طلبہ کے اسماء اور حاصل کردہ نمبر

نمبر	اسم	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱	محمد علی محمد علی	۶۳	۸۰	۸۲	۷۵	۷۳	۶۰	۷۵	۵۱۹	۷۵	۵۱۹
۲	مولوی محمد علی محمد علی	۶۵	۶۲	۵۲	۵۵	۵۳	۶۰	۶۰	۳۴۴	۶۰	۳۴۴
۳	مولوی محمد علی محمد علی	۵۷	۵۰	۷۵	۷۰	۳۳	۶۰	۲۰	۳۵۵	۲۰	۳۵۵
۴	مولوی محمد علی محمد علی	۵۲	۶۰	۵۲	۷۳	۷۵	۶۰	۶۰	۴۱۲	۶۰	۴۱۲

ضمیمہ شمس الاسلام

بڑھادی گئی ہے۔ اور شمس اسلام کو کل علی شاہ
 اس کا عہدہ رکھ چکا ہے۔ کہ انشاء اللہ العزیز
 رسالہ کو مولوی اور معنی لحاظ سے بہترین بنایا جائے۔ فارغین شمس اسلام کے
 درخواست ہے۔ کہ رسالہ شمس اسلام کا حلقہ اشاعت بڑھا کر
 نوشہرہ دی آگے حاصل کریں۔

بائے مختصر مل ظلال

علی من لافہی بعدلہ۔ اما بعد فقد حضرت الجامعۃ
 العزیزۃ الواقعۃ فی الجامع بجاہلہ۔ لاجل امتحان
 طلبتہا۔ حسب ما احضرت بعد کل سنۃ۔ فوجدتہم
 الحمد للہ علی احسن الدرجات من منازل التعلیم و علی
 ارفع الاحوال من مراحل الفہم و التفہیم۔ لایستأرب
 الصحاح علی الرحمة کل مسأ و صباح جاء معہما۔ فادعو
 اللہ تعالیٰ راجعاً للقبول ان یدلیم استنفاع المسلمین من
 ہذا الجامع بجاہلہ سیدنا الخاشع و الخاضع وان
 یوفق من آمن باللہ و سولہ بحیازۃ سعادتہ و خلد العزیزۃ
 رحم اللہ من یقول آمیناً۔ وصلى اللہ علی خیر البشریت صلی اللہ
 محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ترجمہ رائے عالی
 اُس خدا کی حمد جس کو کوئی شریک نہیں اور
 اُس کے رسول پر خدا کی رحمت ہو جس کے بعد کوئی
 نبیابی نہیں۔ اس کے بعد واقع ہو کہ میں حسب مقور سامع سابقہ دارالعلوم
 عزیزہ جامع مسجد بھیرہ میں امتحان سالانہ کیلئے حاضر ہوا۔ بھید اللہ میں
 طلبہ کو تعلیم کے اعلیٰ منازل اور انعام و تقسیم کے بلند ترین مراحل
 پر پایا۔ خصوصاً احادیث نبویہ کے متعلمین اللہ تعالیٰ کی رحمتیں صبح

بہار شمس الاسلام بیورو رسالہ کی خریداری و منتقلی فرمائیے

نشا

(اداش)

ہفتہ صحت

بین الاقوامی ہفتہ صحت کے ماتحت پاکستان میں بھی ماہ مئی کے پہلے ہفتہ میں ہفتہ صحت بڑے ترنگ احتشام اور ہتھکڑی کے ساتھ منایا گیا۔ اور کراچی، لاہور اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں خصوصیت کے ساتھ پروگرام کے ماتحت بچوں کی صحت کی غائش ہوئی۔ عوام کو صحت کے متعلق ہدایات دیدی گئیں۔ جلسے منعقد کئے گئے۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں، ذمہ دار افسروں، مشیروں، عذیروں اور لیڈروں نے تقریریں کیں۔ صحت مندوں کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ اخبارات و رسائل میں مضامین شائع کئے گئے۔ اور ریڈیو کے ذریعہ سے ان خبروں کو بار بار باہر ہتھام کے ساتھ نشر کیا گیا۔ پاکستان کے باشندوں کی صحت و تندرستی اور بدن کی قوت و توانائی حاصل کرنے کے لئے حکومت اور قوم کی طرف سے یہ کچھ کوشش کی گئی ہے یہ قابل تحسین ہے۔ اور جتنا کچھ بھی کیا گیا بہت ہی اچھا کیا گیا ہے۔ یقیناً مسلمانوں کو اپنے بدن کی صحت اور قوت کے جسمانی کی دینی و قوت بھی اس لئے مطلوب ہے کہ تندرست جسم سے اللہ کے اوامر و احکام کی خوب پابندی ہو سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد و قتال کیا جاسکتا ہے۔ المؤمن القویٰ خیر من المؤمن الضعیف و فی کل خیر (مسلم شریف) ارشاد نبوی ہے یعنی قوت و طاقت والا صحت مند ایمان دار کمزور و مؤمن سے بہتر ہے۔ اور ویسے بھلائی تو ہر مومن میں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد و احادیث و احکام ما اسقطہم من قوتہ میں سامان حرب و ضرب کی تیاری کے حکم کے ساتھ ساتھ بدن کی صحت و تندرستی بھی داخل ہے۔ جس کے ہونے ہی سے سامان حرب کو کام میں لایا جاسکتا ہے۔ ورنہ جو ہاتھ تیغ و تھنگ کوٹھانہ کے اور جو شخص گھوڑے پر سوار ہو سکے

کی طاقت نہ رکھے اس کے لئے توپ و مشین گن اور اس زمانہ کے رباط بخیل یعنی ٹینک و آرمر کاربے کا رہی ہیں۔ اگر ضرورت مسلمان کو ہر معاملہ ایک اور نقطہ نگاہ سے سوچنا ہو تو یہ ہے۔ اور اس لئے ہم مسلمانوں کیلئے مسئلہ صحت بھی اس لحاظ سے سوچتے ہیں کہ پاکستان میں احکام و قوانین اسلام کی تنفیذ و اجراء اور ان کے اٹھال و تفصیل کے لئے بھی صحت و تندرستی کی ضرورت ہے۔ اور اس دار الاسلام کو اسلام کے لئے محفوظ رکھنے کے لئے بھی صحت و تندرستی کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس لئے مسلمانوں کی صحت و تندرستی اور جسمانی طاقت و قوت کے لئے بو بھی مناسب تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اور امراض سے قوم کو بچانے کی جو بھی سعی کی جاتی ہے وہ جدوجہد قابل مبارکباد اور وہ سعی سچی مشکور ہے۔ لیکن آج ہم اس سلسلہ میں چند ایسے گوشن کی طرف لپٹے اکابر حکومت، لیڈران قوم اور عام مسلمان بھائیوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جن کی طرف ہماری بد قسمتی سے توجہ بالکل نہیں کی جاتی حالانکہ وہ حقیقت قابل توجہ اور بنیادی امور وہ ہیں۔

ایک تو ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ہفتہ صحت مناسبت ہوئے ہر شہر میں ماہرین صحت و ڈاکٹروں جو تقریریں کیں، لیڈران قوم نے جوار شاد فرمایا ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ صحت بہت اہم چیز ہے۔ اور خصوصاً بچوں کی صحت کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ صحت کیلئے صفائی رکھنے کی خاص ضرورت ہے۔ مکانات کشادہ، صاف ہوا دار ہوں، ارد گرد کو ٹاکر کٹ گندہ پانی بالکل نہ تازہ ہوا اندر آنے کے لئے کھڑکیاں لگی ہوئی ہوں پینے کا پانی خوب صاف ہو۔ سکرین سے میلٹا کیا ہوا شربت نہ پیا جائے۔ خالص

دودھ استعمال کیا جائے۔ اور بچوں کو بھی خالص دودھ پلایا جائے۔
 غلایں بھی پورا احتیاط ہو۔ باسی سالن نہ کھایا جائے۔ بیماریاں اور
 کاگوشت نہ کھایا جائے۔ ترکاریاں تازہ خرید کر پکاٹی جائیں۔ کھائی
 استعمال کیا جائے۔ پرندوں کا گوشت زیادہ بہتر ہے۔ تمام خالص
 ہونا چاہئے۔ تازہ پھل بہترین غذا ہے۔ اس لئے تازہ اور عمدہ
 پھلوں کے استعمال کی کثرت ہو۔ اس سے تازہ خون پیدا ہوتا
 ہے۔ مٹی مٹری ترکاری اور پھل پھینک دینا چاہئے۔ ان سے
 دہائی بیماریاں پھیلتی ہیں۔

الغرض اس قسم کی بہت سی مفید تدبیریں اور صحت آور
 طریقے بتا دئے گئے۔ لیکن جہاں تک دیکھا جاتا ہے ”ماہرین
 صحت“ کے ان ارشادات میں کوئی ایسی نئی بات نظر نہیں آتی۔
 کہ وہ اب تک علم کے درجہ میں عوام کو حاصل نہیں۔ ایک جاہل
 سے جاہل کو بھی صحت کی اہمیت کا احساس ہے۔ اور وہ دل و جان
 سے چاہتا ہے کہ میرے بچے کی صحت قابل رشک ہو۔ اور وہ خوش
 و طاقت میں بچپن ہی سے رستم زمان ہو۔ وہ کون ہے جس کو عمر
 ہمارا صاف باغیچہ والی کوٹھی کی تمنا نہ ہو۔ کون ایسا بوقوف ہوگا
 کہ صاف شفاف پانی شیشے کے صاف گلاس میں اُسے ملتا ہو
 لیکن وہ اسے چھوڑ کر مٹی کے مہیلے کھیلے آسجورے میں گدلا پانی
 پیتا ہے۔ سکرین کا تلخ دیش اور ”زہر آمیز“ شربت کوئی کیوں
 پئے گا۔ اگر اسے کھانڈ کا مفرج و نوش دانقہ مفید شربت نصیب
 ہو سکتا ہو۔ آفر وہ کونسا بد ذوق ہوگا۔ جسے خالص دودھ، خالص
 گھی مکھن، پرندوں کے گوشت، تازہ ترکاریوں، تازہ پھلوں
 تازہ خوش مزہ سالن اور خالص گندم کے صاف آٹے کا شوق نہ ہو۔
 یہ تمام باتیں طبعی ہیں اور کوئی سلیم الطبع اور صحیح الذوق انسان ان کے
 خلاف پسند نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہفتہ صحت منانے والوں کو
 ان موضوعات پر تکرار کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اصل
 کرنے کی بات تو یہ تھی۔ کہ یہ سوچا جاتا کہ آفر وہ تدبیریں کیا ہیں جنکو

عملاً بروئے کار لایا جائے تو قوم کے بڑھوں، نوجوانوں اور بچوں
 کو ہم وہ تمام چیزیں دیتا کر سکیں گے جن سے انکی صحت کا مسئلہ
 وابستہ ہے۔ یہ سوچ کر بتانا چاہئے تھا کہ عام افراد کو مناسب و
 موزون ہوا دار کسادہ مکان کیسے دستیاب ہونگے۔ اور آجکل کنبے
 کے کنبے تنگ و تاریک مکانات میں ہو ڈبے میں مرغیوں کی طرح
 بند کئے گئے ہیں۔ اس کی بجائے ان کے لئے اور کیا انتظام ہو سکتا
 ہے۔ جو لوگ اپنی انتہائی محبوب ریلں کی وجہ سے کلبلتے ہوئے کٹر
 دلائیل بچوں کو انکی طفلانہ فہم سے لاپوار ہو کر کھلائے ہیں انکی
 محبوبوں کو آخر کن طریقوں سے ختم یا کم کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ اپنے
 پیارے اور پیٹے بچوں کو خالص کیا خالص دودھ کا ایک قطرہ
 بھی جبینوں میں ایک دفعہ نہیں ٹپکا سکتے۔ ان کو یہ ”ہدایت“
 تو بیکار ہے۔ کہ بھائی بچے کی صحت مطلوب ہے تو اسے رمدانہ
 خوب اچھی طرح گرم کر کے گلو کو زلا کر دودھ پلایا کرو۔ بلکہ اس کی عمدہ
 یہ ہے کہ دودھ سے بھرا ہوا گلاس لئے دیکر کہو کہ لکھائی اپنے اس
 بچے کو، جو قوم کا بچہ اور میرا بھی بچہ ہے اسے یہ پلاؤ۔ اور اگر
 عملاً کچھ نہیں کیا جا رہا ہے۔ صرف رسمی ”ہدایات“ ہیں۔ صرف
 ”ضابطہ کی کارروائی“ ہے۔ تو پھر درحقیقت ایسی تقریریں غریبوں
 بے نواؤں اور تمیدست والدین کے زخموں پر نمک پاشی ہے۔
 یہ تو صحت کو محفوظ رکھنے کی رہائی تدبیریں تھیں جو بیان
 ہو گئیں۔ اور فقہاء میں تحلیل ہو کر گم ہو گئیں۔ یا مغرب کے سینہ میں
 تیر بن کر ترازو ہو گئیں۔ کیونکہ غفہ احساسات کو اس طرح بیدار کر کے
 پھر اسکا علاج نہ کرنا سینہ کو زخمی کرنا ہے۔ کیونکہ یہ تو سمجھا جاتا ہے
 کہ ان تدابیر کے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور وہ اپنے
 کو ان تدابیر سے ستر پا عا جو پاتا ہے تو کیا اپنی اور اپنے بچوں کی
 صحت سے قطعی یاس و ناامیدی اس کے دل میں پیدا نہ ہوگی۔
 اور ایسی ناامیدی اس کی صحت کو وقت سے پہلے خواب نہ کر گئی۔
 یہ یاس انگیز کیفیت اسکی آرزوں کے کھیتوں کو بال بال نہ کر گئی۔ یہ

احساس غربت اس کے قولے عمل کو مفلوج دیکھ کر نہ کرے گا۔

غیر یہ تو تندرستوں کو تندرست رکھنے کی تدبیر تھی۔
لیکن جو بیمار ہو کر مبتلا تھے امراض ہو چکے ہوں۔ اُن کیلئے کیا چارہ ساز
کیجاتی ہے۔ یقیناً ہر شہر میں حکیم اور ڈاکٹر موجود ہیں۔ مگر ان کے
ہاں تو علاج کے لئے وہ جانتے جو حیب و دامان کو نوٹوں سے پُر
رکھتا ہو۔ سرکاری ہسپتال خیراتی موجود ہیں۔ مگر وہاں خیراتی ہونے
کے جو معنے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ غریب و نادار کیلئے
وہاں بھی نہ رہائش کی گنجائش، نہ دوا و غذا کی گنجائش اور نہ
معالج کی توجہات اور رحمانہ نگاہوں گنجائش۔ پس ہفتہ صحت
منانے سے قبل کرنے کا اصل کام یہ تھا۔ کہ ملک میں واقعی خیراتی
ہسپتالوں کا معقول انتظام کیا جاتا۔ جن میں بلکیوں کی چارہ
گری حقیقی اسلامی مہمدی کیساتھ کیجاتی۔ عزیز ترین رشتہ داروں
سے بڑھ کر اسکی تیمارداری اور دوا داروں میں کوشش کیجاتی۔

لیکن حفظاً و تقدم کی وہ مندرجہ بالا تدبیریں عملاً جاری
اور علاج امراض کے لئے ہسپتالوں کا یہ مکمل نظام عملاً قائم تب ہو
سکتا ہے کہ موجودہ غیر اسلامی اقتصادي نظام کی بجائے صحیح
اسلامی نظام معیشت کے مطابق ملک میں غیر فطری ادنیٰ بیج اور
غربت و سرمایہ داری کو فطری اور طبعی اعتدال پر لایا جائے۔ ہم
اس موقع پر اسلامی نظام کی تمام خصوصیات نہ بیان کر سکتے
ہیں اور نہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے۔
اوهو کر کے دے اگر اس نکتہ پر غور کر کے سوچیں گے تو انکے
صلانے یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جائیگی۔ اگر سرمایہ داری کی بد
مستیوں کی وجہ سے شراب پینے والوں سے شراب نہ چھڑایا جاتا
اور انکی سرمایہ دارانہ بدستی کو ختم نہ کیا جائے تو یاد رکھیے بچوں
کی صحت کیلئے دودھ نہیں مل سکے گا۔ اگر کتوں کو کھن کھلاتا تو
ظالم سرمایہ داری کی حرام آمدنیوں پر شرمی احتساب نہ کیا گیا۔ تو کسی
غریب کو خالص گھسی نہ مل سکے گا۔ اگر بڑی بڑی تنخواہوں کو کم کر کے

کم تنخواہوں والے ملاکوں اور مزدوروں کی تنخواہ انکی ضروریات زندگی
کے مطابق نہ بڑھائی گئی تو کبھی بھی تازہ ترکاری، تازہ پھل، تازہ
سالن اور صاف آٹا ان کو اور انکے بال بچوں کو نصیب نہ ہوگا۔ ارباب
اقتدار اور وابستگان حکومت کی مسرفانہ اور عیاشانہ زندگی،
میدریغ سفر خرچ اور ہوٹلوں بل اگر اعتدال پر نہ لائے گئے تو کبھی
بھی غریبوں اور غریبوں کے بچوں کو زندگی کی ابتدائی ضروریات بھی
دستیاب نہ ہو سکیں گی۔ پس اسی ہفتہ صحت منانے والو! اگر آپ
کو واقعی قوم کے افراد کی صحت مطلوب ہے۔ تو خدا را قول کیساتھ عمل
بھی کر کے دکھاؤ۔ فعل من سکتا کر۔

من انچہ شرط بلوغت باتوسی گویم۔ تو خواہ از ختم پند گیر خواہ ملال۔
یہ تو ہم نے صحت متعلق ایک گوشہ کو واضح کر کے کیطرف
کچھ اشارات کر دیے ہیں۔ ہفتہ صحت منانیولے ان مامرن صحت
ڈاکٹروں اور اکابر و رہنما یان قوم سے صحت ہی کے متعلق اکیلا، اہم
گوشہ بالکل اوجھل ہو گیا ہے۔ پیش نظریہ تھا کہ چند مختصر محرمضات
پیش کیجائیں۔ مگر کیا کیا جاتے اپنے پیارے ملک پاکستان اور اپنی
محبوب قوم کے حالات اور ماحول کو جب سامنے رکھ کر کچھ عرض کرنا
شروع کیا جلتے تو قلم بے قابو ہو جاتا ہے اور بالکل اکبرالہ آبادی
مرحوم کے قول کے مطابق یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ

قصہ یہ تھا کہ وہ اس مطلع کی شرح مختصر
لکھنے کو بیٹھا جو میں کالم کے کالم ہو گئے
جن طرح نامناسب آب و ہوا، گندی فضا اور خراب غذا
صحت کیلئے مضر اور تباہ کن ہے۔ اس طرح بے موقع بار بار عصبی
ہیجانات، آوارہ خیالی، بد لگا ہی اور غلط طریقوں سے جنسی امیال و
عواطف تدریجاً قوت جسمانی کو تباہ کرتے اور صحت کو خراب بگاڑ دیتے
ہیں۔ پس جس طرح قوم کے خیر خواہوں اور صحت کی محفلوں کو یہ فکر
دامگیر ہے۔ کہ حکمت پاکستان کے شہروں، قصبوں اور دیہات میں
رہنے والے بیجاہوں اس طور سے محفوظ رکھے جائیں کہ گھروں، گلیوں

ختم کرنے کیلئے کوئی تدبیر اور کوئی تقریر نہیں کی جاتی۔
پاکستان کے شہروں میں چکلوں کا وجود ایک رستا ہوا نامور ہے۔
جسم ملت پانس نامور کے موجود ہوتے ہوئے بدن میں صالح خون بہنے
کے لئے کوئی گنجائش نظر نہیں آ سکتی۔

جس طرح بدن میں پیدا ہوا نوالا صالح خون نامور کیوجہ سے فاسد
ہو کر پیپ بن کر سنا ہے۔ اس طرح اس نامور کیوجہ سے قوم کے نوالہ
کے اخلاق بگڑ کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور صالح افراد بن کر قوم کو نشوونما
دینے کے اہل باقی نہیں رہتے۔ پس اگر قوم کے خیر خواہوں کو بچوں کی
اور نوجوانوں کی صحت مطلوب ہے۔ تو غذا اور دوا پر زور دینے سے زیادہ انکو
اسطرح توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ ملک سے بے پردگی اور معصوم
کا تبرج جاہلیت زن و مرد کا بے باک ساختہ اختلاط، مخرب اخلاق، لاشعور
فلین اور اس قسم کی دوسری پیچیدہ جذبات اور محرک اعصاب ہر قسم کی
اشیاء و منشیات اور فواحش و منکرات کے اڈے دھڑکیں۔ ہاں اس
سلسلہ میں ہم یہ بھی عرض کئے جیتے ہیں کہ جس طرح کسی نامور کا علاج
صرف یہ نہیں کہ بیرونی طور سے اسکی مرہم ٹپا کجائے اور بتے ہوئے
پیپ کو کسی نہ کسی طرح بند کر دیا جائے۔ بلکہ ان ظاہری تدابیر کے ساتھ
ساتھ اصل تدبیر یہ ہوتی ہے کہ اس اندرونی خرابی کو دائل کیا جائے
جس کی وجہ سے سارا خون فاسد ہوتا ہے۔ اور پیپ نیکر اس رستہ
سے باہر نکلتا اور تحفظ و گندگی پھیلاتا ہے۔ اسی طرح صرف چکلوں
کی بندش اور اس گندگی پر قانون کے ذریعہ سے بیرونی پٹی لگا کر اسکو
بند کر دینا کافی علاج نہیں۔ بلکہ پوری کوشش اس کی کوئی چاہئے کہ
محاشرو کی اصلاح ہو۔ اندرونی خوابیاں دور ہو جائیں۔ جاہلیت کے
اطوار و اضلاع دور کر دیئے جائیں۔ صحیح عقائد و افکار پیدا کئے
جائیں۔ ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالقریم آخرو کا نسخہ شفا
مرض کی جڑوں کو دودھ کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اور تمام
حالات ختم کر دیئے جائیں جنکے نتیجے میں یہی کچھ سامنے آتا ہے کہ مسلمان
میں یہ خیر قوم کی رکھیاں اسطرح ”رفق محفل“ بن جائے کیلئے باہر

گوچوں، شرکوں اور شاہراہوں کو غلاظت کے ڈمبیروں سے پاک کرنا
رکھا جائے۔ نالوں، پدروں کو آلائشوں سے بار بار صاف کر کے
دھویا جائے تاکہ بیماری پھیلائیے اور وبا کی امراض کے جراثیم کی
پرورش گاہیں نہ رہیں۔ اسی طرح قوم کی صحت کے ان محافظوں کا یہ بھی
تو فرض ہے کہ آبادیوں کے اندر بد اخلاقی اور آوارہ خیالی کی روحانی
بیماریوں کے پھیلائیے اسباب و ذرائع اور مراکز و منایع ختم کر دیں۔
وہ اسباب اور وہ مراکز جن سے صرف یہ کہ اخلاقی اور روحانی بیماریاں
پھیلتی ہیں۔ بلکہ نوجوانوں کی صحت مند نوجوانیاں اور نوجوانوں کی
رستم و شہزاد جیسے قوتیں تدریجاً گھٹ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور متحد
جنسی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ نسلیں کی نسلیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اور
قومی صحت کا سارا نظام تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ اور بیمار جموں میں غیر مطمئن
اور پریشان دلوں کے اندر قومی امنگیں پائمال ہو جاتی ہیں۔ شرکوں اور
شاہراہوں، گلیوں اور پارکوں کے اندر بے پردگی اور رنگ و بو کی جلوہ
آرائی کا یہ طوفان ریڈیو کے ذریعہ سے ہر گھر کے اندر خوش گلو معنیات کی
غیر سرائی اور دلکش اور جاذب توجہ گانے سینماؤں کے ذریعہ سے
مخرب اخلاق فلموں کی ناخوش ان جراثیم کی پرورش گاہیں ہیں۔ جو ہر شہر
میں بلا واسطہ نوجوانوں کی صحت کو تباہ کرنے کیلئے وبا کی امراض کے جراثیم
پھیلاتی رہتی ہیں۔ اور ان سب بڑھکر بلا واسطہ صحت کو تباہ و برباد کر
کی جگہیں ”فحشاء و منکر“ کے وہ اڈے اور ”شیطان پودے“ ہیں جو
اسلامی مملکت پاکستان کے ہر شہر میں نوجوانوں کے اخلاق، ایمان، مال
شرافت و عزت اور صحت و قوت سب کچھ کو ختم کرنے کیلئے لاشعور
لیکر باقاعدہ طہ سے کاروبار جاری کئے ہوئے ہیں۔ جبرانی ہوتی ہے
کہ ہمارے ان ”ماہرین صحت“ کی ان دور میں اور باریک بین نگاہوں
سے ہر ایک قطرہ کے اندر کڑوں باریک جراثیم کو دیکھ لیتی ہیں۔ صحت
کو تباہ کرنا وہی یہ غلاظت گاہیں کیسے اچھل ہو گئیں۔ گلیوں اور شرکوں
کو کوڑا کرکٹ سے اور برتنوں کو میل کچیل سے مافا کر نیکے لئے ہزاروں
تدبیریں اور تقریریں کی جاتی ہیں۔ لیکن ان ناپاک اور متعفن سٹڈ اسوں کو

نکلتی ہیں۔ اور اس طرح کھلم کھلا یہ گندے بازار کھل جاتے ہیں جنہیں
حفت و عصمت اور شرافت و غیرت کو ڈیوں کے مول بک جایا کرتی ہے۔
اور تمام قوم کے اخلاق و عادات اور خصوصاً نوجوانوں کا کیر کڑاؤ
انہی سختیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ہمارے وزیرِ معیت اور ہیلتھ آفیسر ونگو اس طرف
بھی توجہ کرنیکی ضرورت ہے۔

۳۰ اپریل کو کوچی میں انجمنِ سفینۃ
المؤمنین کی طرف سے حضرت علیؑ کی

ہمارے لئے نمونہ عمل

عہد کی یادگار منانے کیلئے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس جلسہ میں ہجوچ نوابہ شہنا
الدین صاحبہ وزیر داخلہ پاکستان نے صدارتی تقریر کی۔ اپنی اس
طویل اور شاہکار تقریر میں نوابہ صاحبہ نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے
مناقب و فضائل بیان فرمائے۔ آپ کی زندگی کے ان بہادرانہ کارناموں
کو ذکر کیا جو انہوں نے تبلیغ اسلام، حمایت حق و صداقت کی راہ میں
سر انجام دیئے۔ آئیں اپنے فرمایا کہ

”بچپن سے نیکر شہادت تک حضرت علیؑ کی زندگی ہمیں ان بلند
اصولوں اور اعلیٰ حقانیت پر مبنی نظر آتی ہے کہ جس کے مجموعے کا نام انسانیت
کا بلند ترین معیار کہلا سکتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادارانہ
جائن تیار صحابی کی حیثیت دیکھتے تو قدم قدم پر حضرت علیؑ کی سرفروشی
اور جانبازی کے کارنامے تاریخ اسلام میں درخشاں نظر آتے ہیں جیسا
جنگ میں ایک سپاہی اور سپہ سالار کی حیثیت سے حضرت علیؑ نے
جس الوغزی اور ستوری کا ثبوت دیا ہے اسکی مثالیں دنیا کی تاریخ
میں کم ہوتی ہیں۔ ایک شوہر اور باپ کی حیثیت سے حضرت علیؑ نے جو
معیار ہمارے سامنے قائم کیا ہے وہ دنیا کے ہر شہری کیلئے نمونہ ہے۔
اس ضمن میں صبر، ایثار، انکساری اور استغناء کے بوجایا حضرت
علیؑ کی ذات سے منسوب ہیں۔ وہ صرف مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ
آج دنیا کی ہر قوم کیلئے شمعِ ہدایت ہیں۔ گھر میں بیٹے فلسفے سے
ہوں۔ باپ اپنی محنت سے جو حاصل کرے جنابِ فاطمہؑ ازہرہ و

اسے چکی میں پیسین۔ روٹی تیار کریں۔ ادھب دسترخوان بچھا کر ان
باپ اور دونوں بچے کھانے کیلئے ہاتھ پڑھائیں تو فقیر کی صداکان میں
آئے۔ جام انسان اس موقع پر فیصلہ کریں گے کہ یہ کھانا فقیر کو نہیں
دیاجا سکتا۔ کیونکہ سب پہلے اپنا اور اپنی اولاد کا حق ہوتا ہے۔ مگر
یہ انسان کوئی معمولی انسان نہیں۔ یہاں انسانیت کیلئے بلذمعیار
قائم کرنا ہے۔ وہ ہاتھ پور روٹی کھانے کیلئے آگے بڑھے تھے وہیں رک
جاتے ہیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ یہ روٹیاں فقیر کو دیدیجائیں کیونکہ
اسکی ضرورت ہم سے زیادہ ہے۔

جسے غرضی اور ایثار کی اگر یہ مثال ہمارے لئے نمونہ نہیں
بن سکتی ہے تو دنیا کے مصلح اور ریفارمر اس بہتر عملی نمونہ کیا
پیش کر سکتے ہیں۔ آج جبکہ ہمیں چاروں طرف غرضی اور اخلاقی
کمزوریوں سے گھیر رکھا ہے۔ کیا حضرت علیؑ کی زندگی جملے کے
نمونہ نہیں بن سکتی۔

حضرات! ہم ہادیانِ مہمب اور ہدیگانِ دین کا نام تو اکثر
لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ انہی ذات اور صفات سے عملی سبق
بہت کم حاصل کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ایسے موقعوں پر سچا
صرف زبانی تخریج تحسین پیش کرنے کے ہم عہد کریں کہ ان بزرگوں
کے اسوہ حسنہ پر چلیں گے۔

اللہ شہد کہ ہمیں خداوندِ بزرگوار نے پاکستان جیسی نعمتِ عطا کی
ہے۔ اس نعمت کے شکرانے میں ہمارا فرض ہے کہ ہادیانِ مہمب
کے بنائے ہوئے اصولوں کو اپنی زندگی کا جز و بنالیں اور خداوند
کریم کی بارگاہ میں دعا مانگیں کہ وہ ہمیں ہر وقت کا نمونہ حضرت
علیؑ کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ ہمیں عطا فرمائے۔ اور
ہمارے قومی کردار میں حضرت علیؑ کے ایثار، قربانی اور الوعوی
کے نمونے پیدا ہوں۔ (احسان مومضہ، مہرِ مئی ۱۹۵۷ء)

الحاج نوابہ شہاب الدین کا یہ ”پندنامہ“ بالکل شیخ المشائخ
حضرت شیخ شہاب الدین مہروردیؒ کے علوم و معارف معلوم ہوتے ہیں۔

اھاس کے ہر حرف سے وحفا و نصیحت اور ایمانی انوار و برکات محسوس ہوتی ہیں۔ اھاس کے ہم نے خواجہ صاحب کا یہ بیان بے حد نقل کر دیا۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہاں بھی صرف قول کی نمائش ہے یا ان دین اقوال کی بنیاد پر کردار و اعمال کی بھی کچھ حلوہ نمائی ہو رہی ہے جو جو خدا "اللہ تعالیٰ کی نعمت" اور اسلامی مملکت پاکستان کے وزیر مہاجرین میں مہاجرین کی نصرت و خدمت کیلئے اللہ تعالیٰ نے انکو منتخب فرمایا ہے۔ ہزاروں لاکھوں ٹکٹے بناہ حال مہاجر برباد ہو کر پاکستان کی گلی کوچوں میں دربد بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ لیکن انکو "ہاتھ کی مزدوری سے کمائی ہوئی ہو کی روٹی بھوکے بچوں کا پیٹ کاٹ کر" نہیں بلکہ غیر مسلموں کی ممتد و جائدادوں، زمینوں، مکانوں اور باغوں سے کیا کچھ آنا بھی حاصل ممکن ہے کہ جس سے وہ محتاج و مسکین، بیمار و مستحق حال مہاجر بھوکے ٹکٹے ہوئے جگہ گوشوں کو پیٹ بھر کر روٹی کا ٹکڑا کھلا سکیں۔ یا محنت تاب خواہین کا بدن ڈھالنے کیلئے پھر تیار کر سکیں۔ درآئی ایک اموال متروکہ ہیں "اچھے طبقہ کے مہاجر" اور "اچھے طبقہ کے انصار" عیاشانہ زندگی بسر کرتے اور تنگ دلیاں مناتے ہیں۔ وہ مہاجر مہاجرین میں کھمکے بجا ایات کے معمولی افترنگ کسے مضر علی کے ایشاد و قرآنی احقر باء نوازی کا نمونہ..... اپنے اموال میں نہیں بلکہ خود ان غریبوں کے نام والے اموال متروکہ میں..... کسی موقع پر پیش کیا ہے؟ اسی طرح پاکستان ریڈیو کا حکمہ خواجہ صاحب کے تحت، کیا ریڈ پاکستان سے وہ کچھ نشر کیا جا رہا ہے۔ جو کچھ حضرت علیؑ نے اپنی زندگی میں عطیات و تقاریر کی صورت میں قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ کیا حضرت علیؑ کی ساری زندگی اور دور خلافت میں کوئی ایسا پروگرام بھی ملتے کہ انہوں نے گانے والیوں، قوالوں، فغول افسانہ نویسوں اور ڈرامہ نگاروں کی سرپرستی کی ہو۔ اور بیت مال المسلمین سے انکو گراں قدر تنخواہیں دی ہوں۔ اور تمام قوم کے دل و دماغ پر موسیقی کو اس بری طرح مسلط کیا ہو جس کا مظاہرہ "اللہ کی اس نعمت مملکت پاکستان" میں ریڈیو پاکستان کے اسٹیشنوں سے ہو رہا ہے۔

خواجہ صاحب پاکستان کے وزیر داخلہ ہیں۔ یہاں کے باشندوں

کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری انکے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہاں کے شہریوں کو امن و اطمینان کھینچنے کی زندگی بسر کرنے کے مواقع مہیا کرنا اصولی طور سے ان کا فریضہ ہے۔ یہاں کے باشندے کسی ظلم و ستم کی شکایت اگر کرنا چاہیں تو ان کا حق یہ ہے کہ انکی شکایت سنی جائے۔ اور ملای عمل و مصافحہ کے مطابق اسکا پورا پورا ازالہ کیا جائے۔ لیکن خواجہ صاحب کے دور خواہشگی میں مظلوموں اور مجبوروں کی جو حالت ہے اور ہر جگہ کے حاکموں اور امن و اطمینان کے نگہبانوں نے جو اندھیر گر دی مچائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں سیٹھی ایکٹ کی یہ نیام تلوار ہر مظلوم و مجبور کے سر پر ہر وقت تلک رہی ہے۔ زبانوں پر قفل چڑھائے گئے ہیں۔ قلموں پر پیرے بٹھائے گئے ہیں۔ اور کسی سرخ و سفید کے ٹکڑے پھر کھنے کی بھی مبادلت نہیں۔ اور جو طرح انگریزی دور میں حق گو یوں کی زبانیں بند کی گئی تھیں۔ اور خدا و رسول کی طرف بدلائے یا تو مصیبتوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور رکھے جاتے تھے یا ان کو آہنی سلاخوں کے پیچھے پھونچایا جاتا۔ بس اس طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آمرانہ طریق اور مستبدانہ انداز سے اب بھی وہ عیان حق و صداقت کے لئے یا تو جیل کی کالی کوٹھڑیاں ہیں۔ اور یا سی۔ آئی۔ ڈی کے "سایہ عاطفت" میں نظر بندی و پابندی کی زندگی ہے۔ چوروں اور بدعاشوں کو غرق نہیں۔ وہ زندانے پھرتے اور ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دین کے پوکیداروں پر محتسب کی قسم آؤنگا ہیں ہیں۔ اور ان پر عرصہ عیات تنگ کیا جا رہا ہے۔

کل بھی تھا کلیوں کو غرضہ کل بھی کلیاں تھیں اس

آج بھی کب بند کلیوں کی زبان خطرے میں ہے

الغرض ہم اپنی مملکت میں عموماً اور ہر سراقہ دار طبقہ کی زندگیوں میں خصوصاً حضرت علیؑ کی زندگی کا کوئی نمونہ نہیں دیکھتے۔ اس کے خواجہ

صاحب کے ان الفاظ کو بار بار دہرانا چاہتے ہیں۔ "کیا ہی چاہا ہو کہ ایسے موقع پر میرے صرف لفظی اور زبانی فرائض تحسین پیش کرینگے ہم عد کریں کہ ان بزرگوں کے اسوہ حسنہ پر چلیں گے"

کیا محمد کا دین رفاہ کو انعام دیتا ہے؟

ذہنیت کی بیماری کر رہے ہیں۔ یہ کیا ستم ہے کہ جن کاموں کو مذہبی دینی قومی ملکی فریضہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان کیلئے بھی ثواب آخرت کی امید یا جذبہ ہمدردی قوم کی بنا پر چندہ کی اپیل نہیں کیجا سکتی بلکہ یا تو اس کیلئے مشاعروں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس طرح دماغی عیاشی کا سامان ہو۔ یا سینما میں فلم دکھائے جلتے ہیں۔ اور غریب خلاق فلیکس قوم کے اخلاق کو بھی تباہ کیا جاتا ہے۔ اور غلط نظریہ کی تربیت بھی کیجا۔ یا مغنیا کی جلوہ آرائی کیجا فی حجر۔ اور رقاصا کو نچایا جاتا اور رقص کا شاندار مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ بالکل **إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ**۔ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے دکھا جا رہا ہے۔

اور پھر تعجب اس پر کیجئے دین محمد نے محمد کے دین کو اس طرح مواردا پاک اس شیطانی کام پر اخام دیکر خدا کو ناراض اور شیطان کو خوش کیا۔ اور اس نواجہ الحاح شراب اللہ میں نے بھی اس "مقرب میں" حصہ لیکر سرپرستی کی۔ جس نے سربراہی کو اسی کراچی میں ایک شاندار تقریر بجا کر ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی نمونہ عمل ہے۔ اور صرف لفظی طور سے ان حضرات صحابہ کی تحسین و آفرین کافی نہیں۔ بلکہ عمل کرنا چاہئے کہ ہم ان کے اسوہ حسنہ پر عمل چلیں۔ کیا نواجہ صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور ان کے اسوہ حسنہ میں کوئی ایسا واقفہ دیکھا ہے کہ انہوں نے بھی اس طرح کی "شاندار تقریرات میں حصہ لیا"؟ حقیقت یہ ہے کہ قول عمل کا تقاضا جس قدر ہمارے ان اکابر کے باطن میں ہر عام طور اتنا تقاضا اور کہیں محسوس نہیں ہو رہا ہے۔

اسلامی سوشلزم کی تشریح اگرچہ سلام کیساتھ لفظ سوشلزم کا جوڑ ہمیں اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

لیکن کیا لیا جاتا ہے؟ اگر سوشلزم سے ذہنی سرعوبیت کی بنا پر اسلام کیساتھ اسکا جوڑ لگا دیتے ہیں۔ اور جہاں لب کشائی کرتے ہیں اسلامی سوشلزم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں وزیر عظیم پاکستان ڈاکٹر یوسف علی خان صاحب علی پٹی ان تقریروں میں خصوصیت کیساتھ اس لفظ کا استعمال کیا کرتے ہیں۔ جن میں ان غریب یا مغربی ذہنیت کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہو۔ اور

اخبارات کی ایک خبر ہے۔ کراچی سڑکوں پر۔ پاکستان کے محکمہ کشمیر کے ملازمین کی فلاح اور بہبود اور مسلم وومن انڈسٹریل ہوم کیلئے چندہ جمع کرنے کیلئے کل کراچی میں ایک دیرانی شو ہوا جن میں مشہور ڈانسر آدروی نے رقص کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس شو میں کام کرنے والوں کو روز سندرشیخ دین محمد نے انعامات دیئے۔ نواجہ شراب اللہ میں مسٹر یوسف مارون اور دوسرے چیدہ اشخاص نے بھی اس تقریب میں حصہ لیا۔ (رائٹر) (احسان ۵ مئی ۱۹۵۷ء)

مندرجہ بالا خبر پر کیا تبصرہ کیا جائے؟ مشہور ڈانسر مسز آدروی وہ ہے جس نے مرکز پاکستان باب الاسلام کراچی میں رقص کا ایک شاندار سکول قائم کیا ہے۔ اور جس کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی قرار داد مقامہ والی حکومت پاکستان کی طرف سے باقاعدہ ہو رہی ہے۔ گویا کہ سرکاری طور سے اسکو اسلام کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ پاکستان کی لڑکیوں کو "مذہب و متمدن" بنانے کیلئے اور آرٹ کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے رقص و سرود کی تعلیم و تربیت دے۔ تاکہ مسلمانوں کی بچیاں اس طرح دیرانی شو میں برسر محفل شاندار رقص کا مظاہرہ کر سکیں۔ اور پاکستان ایک "اسلامی ملک" کہلایا جاسکے۔

اللہ! یہ کیا غضب ہو رہا ہے۔ محکمہ کشمیر کے ملازمین کی فلاح و بہبود اور وومن انڈسٹریل ہوم کیلئے ہم یونہی ایک کاروبار اور ذمہ آخرت سمجھ کر یا قومی ہمدردی و غیر خواہی کے جذبہ سے متاثر ہو کر چندہ دینے کی توفیق نہیں رکھتے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ آدروی ناظر کے شیطان کو فوش کے ہماری روحانیت کو اپنے پاؤں کے نیچے کچال دے۔ اور ہماری غیرت و شرافت کو اپنی پاؤں سے سسل دے تب جا کر کہ ہم ان کاموں کیلئے چندہ دینگے جسکے متعلق ہمارا بلند بانگ دعویٰ یہ بھی ہے۔ کہ کشمیر کا مسند پاکستان کیلئے موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اور کشمیر کی امداد جہاد ہے۔ اور یہیں اور ہواؤں کی امداد و اعانت قومی فریضہ ہے۔ چنانچہ اسباب اقتدار یہ غیر اسلامی نظریہ امداد و اعانت اور خاص مادہ پرست نہ نظریہ کارکنان ہی کے غلط

میں اتنی آسودہ حالی پیدا ہو گئی کہ اسلامی مملکت میں ملحدہ لینے والے نہیں ملتے تھے۔ اور غریب و مساکین خود صدقہ ادا کر نیکے لائق ہو گئے تھے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ ابن ہوزی صفحہ ۸)

ہم وزیرِ عظم صفا کو اس صحیح تشریح پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اس فوشی میں اس بہترین دعدہ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اللہم ارحم الراحمین حقاً واذرقہ ایتباعہ۔ وَاَرَادَ الْبَاطِلُ بِالْجَلْدِ وَالْزُقْلَةِ اجْتِنَاباً۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا ہمارے وزیرِ عظم نے اب تک اس شجرہ طوبیٰ کی کاشت و آبیاری کا کچھ انتظام بھی اسلامی ریاست پاکستان میں کر دیا؟ جس کی سرسبز ٹہنیوں پر معاشی مساوات اور عام خوشحالی و اطمینان کا یہ شیریں و خوش مزہ پھل لگ جایا کرتا ہے۔ قراردادِ مقاصد کا اعلان کر کے اس شجرہ طیبہ کے تخم کو حاصل کرنے اور اسکے بونے کا ارادہ تو بتا دیا گیا ہے۔ لیکن اب تک نہ تو اس تخم کیلئے زمین موت کو قابلِ کاشت بنائی جا رہی ہے۔ نہ ایسی نیر و نگا انتظام کیا جا رہا ہے جسکے آبِ صافی سے جس درخت کی آبیاری ہو سکے۔ اور نہ وہ کھاد جمیا کی جا رہی ہے جس سے پھر اسکو غذائے مل سکے۔ اور نہ ایسی تدابیر نظر آ رہی ہیں جسکے ذریعہ پھر ہر مخالف طائفہ سے اسکی حفاظت ہو سکے۔ زمین دیسی، بھری۔ اور مغربی ذہنیت اور مادہ پرستانہ افکار و خیالات کی جھاڑوں سے معمور۔ باہولِ قرآن و حدیث کے کوڑ و سنہیم کے آبِ مطہر سے خشک۔ اس شجرہ طوبیٰ کو پامال کر نیوالے دُوب اور ٹوڑنے کا ٹٹے والے ”جنگلی جالوڑوں“ کی بے انتہا کثرت ہے۔ اور حفاظت کی کوئی تدبیر موجود نہیں۔ بلکہ اب تو کفر و انجیل کے کیرٹے کوڑے اس ”تخم“ ہی کا گودا کھاتے جا رہے ہیں۔ تاکہ قراردادِ مقاصد کا یہ تخم کاشت ہو نیکے بعد پھوٹی نہیں۔ اور نظامِ اسلامی کا وہ سایہ دار درختِ درخت پیدا ہی نہ ہو۔ بلکہ مغربیت کی وہ جھاڑ جھنکار ہی اگتی ہے۔

امریکی اخبار نویسوں کو تو یہ معلوم نہیں کہ اسلام کے مقدس درخت پر برکات و فوائد کا کونسا پھل لگے گا۔ اسلئے وہ یہ درخواست کرتے ہیں کہ اسلامی سوشلزم کی تشریح کیجئے۔ مگر ہمیں اسکا تو علم ہے کہ یہ پھل کہاں لگتا ہے۔ اور اسلئے ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ ہم تو وہ

اسی بنا پر وزیرِ عظم صاحبِ عالیہ دورہ امریکہ کے موقع پر امریکی کوئیو یا ریکس ایک ٹوٹل میں مصنفہ پریس کانفرنس میں آپسے در خواست کی گئی۔

کہ اسلامی سوشلزم کی تشریح کیجئے۔ تو آپسے ہوا بدیا میں اسلئے متعلق ایک فقرہ ہی میں تشریح کر دیں چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص خیرات یافتہ کیلئے گھر سے نکلتا ہے۔ لیکن اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو خیرات لینے کا مستحق ہو۔ آپسے کہ اسلام انفرادی کاروبار اور پراپیٹی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن وہ دولت کو محض چند اشخاص کے ہاتھوں میں اکٹھا نہیں ہونے دیتا۔ (احسان ۹ مئی ۱۹۵۷ء)

محترم وزیرِ عظم صاحب! یقیناً نظامِ اسلامی کے شعبہ نظام اقتصادیا کی یہ صحیح تشریح فرمائی ہے یعنی یہ درست ہے، کہ اسلامی نظام صرف اتنا ہی نہیں جو مذہبہ بالا الفاظ میں بتایا گیا۔ بلکہ اس کا ایک تعلیمی نظام، اخلاقی نظام، روحانی نظام اور معاشرتی اور تمدنی نظام بھی ہے۔ اور یہ ہر ایک نظام تمام خیر اسلامی نظاموں سے جزئیات و تفصیلات اور اصول و بنیاد و ذرائع و حیثیتوں سے ممتاز و منفرد ہو گیا ہے۔ لیکن مقصد یہ ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام اگر نظامِ اسلامی کے دوسرے شعبوں کیساتھ ساتھ کسی ملک میں نافذ کیا جائے تو اس سے مفید و اجراء کے نتیجہ میں قوم کی حالت یہ ہو جائیگی کہ روحانی اور اخلاقی نظام کے ابھار کی بنا پر ایک شخص اگر زکوٰۃ کا مال یا فضلی صدقہ و خیرات کی رقم بیکر مستحق کو دینے کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ تو عام افراد قوم کی معاشی خوشحالی کی بنا پر اسے خیرات لینے والا کوئی مستحق نہ لگے گا نہیں۔ اور اخلاقی نظام کی برکت سے اسلئے سیرِ پیشی اور استغناء بھی ہوگا۔ کہ خیر مستحق اپنے کو غلط طور سے مستحق قرار دیکر غلط طریقہ پر اضافہ اموال کی کوشش بھی نہ کرے گا۔ ہر ایک کو ضرورتاً زندگی جمیا ہو گئی۔ اور پھر اسی حالت پر قانع و شاکر ہو کر دل کے لطیف و مسکون کیساتھ زندگی گزارے گا۔ اور پھر محض خوش فہمی اور قومی تفاخر کی بات

نہیں بلکہ ایک تاریخی اور تجویز حقیقت ہے۔ خلفائے راشدین کا مقدس دور خیر تو ایسا ہے ہی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ کے زمانہ میں جہنوں اسلامی نظام حکومت کے احیاء کی کوشش کی تھی اور انکو کل دو سال کا موقع ملا تھا۔ بلکہ

حقوق اور قرآن

منتخب القرآن

(مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۵) ان کی تعلیم و تربیت والدین کے ذمے لازم اور ضروری ہے۔
قوا انفسکم و اہلبکم نارا اپنے آپ کو اور اپنی اہل کو آگ سے
بچاؤ۔ و انذر عشیرتک الا قرہین۔ (الشعراء ۲۱۴) اور ڈرا
اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔ امام ابو جبر جصاص رازی فرماتے
ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا۔ والدین پر اولاد کی تعلیم واجب
ہے۔ ج ۲ ص ۵۱۴۔

(۶) اولاد کی بہتری کا ہر وقت خیال رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار
سے ان کی بہبودی کا خواہاں ہو۔ بڑے بڑے رسولوں نے اولاد
کی بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا فرمائی ہے۔ قرآن کریم نے
نیک بندوں کی علامت یہ بھی فرمائی ہے کہ والذین یقولون
ربنا ہب لنا من ازلہا جنات و من لینا قرۃ العین۔ (النور ۴۱)
اور جو کہتے ہیں۔ اے رب سے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے
اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک۔ اور ہم کو پرہیزگاروں کے
لئے۔ واصلح لی فی ذریتہ۔ اور میرے لئے میری اولاد میں
دستی فرما۔

نوشہء مرآۃ محمد بن کمال نیوالی اقوام پیدائش کو بند کر کے ”برقہ
کشمروں“ کا اقام کر رہے ہیں۔ مگر اسلام کی مقدس تعلیم اس کے
خلاف ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
نکل کرو اور اولاد کو بڑھاؤ اس لئے کہ میں قیامت کو اولاد کی کثرت
پر فخر نہ کروں گا۔ اگرچہ ناقص عمل ہی کیوں نہ ہو۔

لڑکی جیسی ضعیف اور نازک مسکینہ کو محبوب بنا ہوئے

(۳) رزق کی تنگی سے ڈر کر اولاد کو قتل نہ کرے یا ان کی پیدائش
پر برا نہ منائے۔ لا تقتلوا اولادکم خشية اطلاق یخن
نقدھم وایکھ ان قتلھم کان خطا کبیرا۔ اور اپنی اولاد
کو مفلسی کے ڈر سے نہ مارو۔ ہم ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں۔
بے شک ان کا مار ڈالنا بڑی غلطی ہے۔ ولا یقتلن اولادھن
اور عورتیں اپنی اولاد نہ ماریں۔

(۴) ماں کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دودھ پلائے۔
والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (بقرہ) اور
مائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے دودھ پلائیں۔ اگر اس کا حیا رکھ
کی وجہ سے دودھ نہیں ہے۔ یا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ماں
کو اس کے باپ نے طلاق کر دیا۔ تو اب اس پر خواہ مخواہ فرض
اور لازم نہیں ہے کہ وہ ہی بچے کو دودھ پلائے۔ اسی طرح دودھ
پونے خاوند کو تنگ کرنے کے لئے نکال نہ کرے۔ لا تضاسر
والدۃ بولہا ولا مولودہا بولہ (بقرہ) نہ ماں کو اور نہ
باپ کو بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے۔ اب باپ کو لازم ہے
کہ مزدوری پر بچے کو دودھ پلوئے۔ چونکہ اس بچے کی غذا
صرف دودھ ہی زیادہ مفید ہے اس لئے مزدوری دیکر دودھ
پلوانا چاہئے۔ وعلی للمولود لہ من زھن وکسوتھن بالمحرور
(بقرہ) اور باپ پر ان کا خرچ اور لباس مناسب طریقہ پر لازم ہے۔
اگر ماں باپ نہ ہوں تو والدین پر ان کی تربیت لازم ہے۔ وعلی
الوارث مثل ذلک (بقرہ) اور وارث پر بھی اسی طرح لازم ہے۔

بالحیث کھانا کھانے کے آداب

(ادلاء)

کھانا شروع کرتے وقت کیا پڑھنا چاہیے

سرور کائنات غرور مجتہد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر شروع میں پڑھنے سے بھول جاؤ تو پھر یہ کہو۔
بسم اللہ اولہم والآخرہ (ابوداؤد وترمذی)

بل کر کھانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: حضور بہارِ پیٹ نہیں بھرتا۔ فرمایا: تم علیحدہ علیحدہ ہو کر کھاتے ہو گے۔ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: سب بل کر کھانا کھایا کرو (شروع میں) بسم اللہ پڑھو۔ برکت ہوگی۔ (ابوداؤد وترمذی)

کنائے سے کھانا کنائے سے کھاؤ۔ وسط میں برکت نازل نہیں ہوتی۔ کنائے سے کھاؤ۔ وسط میں سے نہ کھاؤ۔ (ترمذی)

کتنا کھانا چاہیے حضرت مقدار و رضی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیٹ بھر کر کھانے والا آدمی برا ہے۔ انسان کو صرف اتنے کھانے چاہئیں جس سے اس کی کمر سیدھی رہے۔ اگر اس سے زیادہ کھانا چاہتے ہو۔ تو پیٹ کے تین حصے کرو۔ ایک حصہ میں کھانا دوسرے حصہ میں پانی تیسرے حصہ اپنی صوف قائم رکھنے کے لئے خالی رکھو۔ (ترمذی)

بائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ اور نہ پو۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

پینے کا طریقہ ارشاد فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی دفعہ پانی نہ پی جاؤ۔ درمیان میں دو تین بارس لو۔ پیتے وقت اور پینے کے بعد خدا کا شکر کرو۔ (ترمذی)

کھانے کے بعد خدا کا شکر کرو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس طرح خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانے سے فایز ہو کر یا پانی پی کر خدا کا شکر ادا کرے۔ (صحیح مسلم)

کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھ اٹھائیں تک دھوئیں۔ حدیث شریف میں ہے: اس محتاجی و درپستی ہے۔ اور انبیاء کرام کی سنت ہے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر نو پونچھیں اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر توبہ وغیرہ سے پوچھ سکتے ہیں۔

کھانے کے وقت بایاں پاؤں بچھا دیں اور دایاں کھڑکیں یا دونوں گھٹنے کھڑکیں۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ الذی لا ینصر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم اور کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وجعلنا من المسلمین پڑھیں۔ یا شروع میں صرف بسم اللہ اور آخر میں

تعلیمات اسلامی

(الاحیاء)

روزہ کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا نذیر ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے رمضان شریف کے روزے محض اللہ تعالیٰ کی واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اسکے سب اگے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ روزہ دار کے منہ کے پورے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (گندوری) کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ قیامت کے دن روزہ دار کو بچہ ثواب ملے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ روزہ داروں کی واسطے قیامت کے دن سحر کے تھے دسترخوان بٹنا جاویگا۔ وہ لوگ اس پر ٹھیک کھانا کھائیں گے۔ اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کون ہیں کہ کھانا کھانی ہے ہیں۔ اور ہم حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہ روزہ دین اسلام کا ایک بڑا کن ہے۔ جو کوئی رمضان شریف کے روزے نہ رکھے گا۔ بڑا سخت گندگار ہوگا۔ اور اس کا دین بکرو ہو جائیگا۔ اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا۔

روزہ کے متعلق چند ضروری مسائل

مسئلہ نمبر ۱: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر واجب ہوتا ہے اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں۔ جب تک کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ روزہ چھوڑنا درست نہیں اگر کوئی نذمان لے تو نذر کرنے سے روزہ فرض ہو جائیگا۔ قضاء و کفارہ کے روزے بھی فرض ہیں۔ اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں۔ رکھے تو ثواب ہیں اور نہ رکھے تو گناہ نہیں۔ البتہ عید الفطر اور بقیہ عید کے دن اور بقیہ عید کے بعد تین دن روزے رکھنا حرام ہے۔

روزہ میں نیت ضروری ہے۔ اگر صبح سے شام تک کچھ کھایا یا پینے اور نہ ہی روزہ کی نیت کی ہے تو روزہ نہ ہوگا۔ اور اگر رمضان میں روزہ کو بھول کر نیت نہ کی تو ڈیڑھ پر تک نیت کر لینے سے روزہ ہو جائیگا۔ اور اگر بھول کر کچھ کھاپی دیا یا جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (اسی طرح) اگر دن کو سرمہ یا نیل لگایا۔ یا شیشہ دیکھا یا خوشبو لگائی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور نہ کر وہ ہوگا۔ بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تنوک میں سرمہ کارنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہ کر وہ ہوگا۔ کلی کرتے وقت یا نساتے وقت ہے اختیار حلق میں پانی چلا گیا۔ اور روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ صرف قضا واجب ہوگی۔ اور اگر روزہ یاد نہیں تھا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ احتلام ہوئی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی نے ایسی چیز کھالی جو غذا اور دوا کا کام نہیں دیتی۔ اور نہ ہی اسکی عادت ہے۔ جیسے پٹے، کنکری، مٹی وغیرہ تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی۔ کسی آدمی نے سحری دیر سے کھائی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو روزہ نہ ہوگا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ سمجھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ اور روزہ افطار کر دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی تھا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۲: حلق کے اندر اگر پھیر یا کسی یا دھتوراں خود بخود چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر قضا ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔ دانتوں سے گوشت کا ذرہ یا روٹی کا ذرہ بغیر باہر نکلنے کے کھایا اور وہ چنے کے برابر تھا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اور اگر ذرہ چنے ہے کم تھا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ لیکن اگر اس نے منہ سے باہر نکال کر کھایا یا غواہ دہ چنے سے کم ہو تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اگر کسی نے روزہ میں سوا استعمال کی

سیرت صدیقی

(امام اہلسنت و الجماعت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی)

سیرت صدیقی پر حضرت مولانا مدظلہ کی جامع تقریر قارئین شمس الاسلام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔
آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد سورہ لایلاف کی تفسیر فرماتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حق تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار فرمایا۔ کہ قریش کو عورت دنیا مقصود ہے۔ اس سے حدیث الامۃ من قریش کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر شروع کیا۔ (مدیر)

حضرت صدیق اکبرؓ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ مشرف باسلام ہوئے۔ مگر حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ اولیت اسلام کے سبب فضیلت ہونے پر جو ہم نے خود کیا تو معلوم ہوا کہ اولیت اسلام محض اس وجہ سے سبب فضیلت ہے کہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہوگا اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب میں سب سے زیادہ شرکت اور سب سے زیادہ آپ کی نصرت کا موقع ملا ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ سوائے ابو بکر صدیقؓ کے باقی تین حضرات میں نہ پائی جاتی ہے اور نہ پائی جاسکتی ہے۔ لہذا ان چاروں حضرات میں اولیت اسلام کا شرف حضرت صدیقؓ کے خصوصیات سے ہے۔ حضرت صدیقؓ مشرف باسلام ہونے سے عرب لوگوں کو خود بخود دین اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور آپ نے تبلیغ کا کام بھی شروع کر دیا۔ قبل ہجرت کا وقت جیسا پرخطر تھا ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ایسے نازک وقت میں خود اپنے اسلام کا اظہار و اعلان مشکل تھا۔

چہ جائیکہ دوسروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنا بلاشبہ

آپ کا مبارک نام عبد اللہ لقب صدیق اور عتیق ہے۔ یہ دونوں لقب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے تھے۔ جیسا کہ کتب شیعہ سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ نسب آپ کا آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی آٹھویں پشت میں ایک نام مرہ ہے۔ اس کے دو فرزند تھے کلاب اور تیم۔ کلاب کی اولاد سے آنحضرتؐ صلعم۔ اور تیم کی اولاد سے حضرت صدیق اکبرؓ۔

ولادت رسول اللہ صلعم کی ولادت سراپا بشارت سے دو برس کئی ماہ بعد ہوئی۔ وہی دو برس کئی ماہ بعد وفات پائی عمر بھی تریسٹھ برس کی ہوئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سب پر فائق تھے۔ اور سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ (ف)

سب سے پہلے اسلام لانیوالوں میں چار بزرگوں کا نام لیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ امّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زید بن حارثہؓ۔ عمار نے ان چاروں روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے۔ کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ۔ اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے

المؤمنین میں فرطے ہیں۔ اس موقع پر آپ شیعوں کی بڑی معتبر تاریخ حلیہ میدی کے افشار پڑے جن میں سفر ہجرت کا اور حضرت صدیق اکبرؓ کی جان نثاری کا ذکر ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شعر مصداقیت کے ساتھ قابل توجہ ہے۔ بدیناں جو پرداخت از رفت و رو۔ نیادینیں کالے از غیر او۔ ہجرت کے بعد پیر غزوات کا سلسلہ قائم ہوا۔ حضرت صدیقؓ تمام غزوات میں ہر کاب رہے۔ اور ہر غزوے میں عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں۔

بعض غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لینا اور لشکر کی امامت کرنا حضرت صدیق اکبرؓ کے سپرد کیا۔

۹۔ میں حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج بنا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ اور سورۃ براءت کی تبلیغ انہیں کے متعلق فرمائی۔ مگر بعد میں جب معلوم ہوا کہ عرب کا دستور ہر کہ فسخ معاہدہ کی تبلیغ یا تو اصل شخص خود کرتا ہے۔ یا اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار۔ ورنہ وہ تبلیغ قابل اعتبار نہ سمجھی جاتی۔ لہذا آپ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ ماتحتی

حضرت صدیق اکبرؓ تبلیغ سورت براءت پر مقرر فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی اسلام بھری شان ہے آنحضرت صلعم کے عہد میں آپ کے وزیر اعظم وہی تھے۔ اور آپ کے بعد پہلی خلافت انہیں کو ملی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو نہایت لطف و کرم حضرت صدیقؓ پر فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں جن جن کے دروازے ہیں سب بند کر دیتے جاؤ۔ سوائے ابوبکر صدیقؓ کے۔ پھر انکو اپنی جگہ امام نماز بنا دیا۔ جو کھلا ہوا اشارہ انکی خلافت کا تھا۔ وفات کے پانچ دن پہلے خطبہ پڑھا۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل بیان فرمائے۔ اذان جملہ فرمایا کہ میرے ساتھ جس کسی نے

یہ حضرت صدیقؓ ہی کی ہمت عالی تھی چنانچہ انکی تبلیغ کا اثر بھی وہ ہوا۔ کہ باید شاید اشرف قریش کی ایک جماعت ان کے دھڑ سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوئی۔ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ انہی کی ہدایت سے مشرف باسلام ہوئے۔

حق یہ ہے کہ دین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ حضرت صدیقؓ کا مڑھن منتہا۔

حضرت صدیقؓ نے جانی و مالی دونوں قسم کی خدمتیں اسلام کی اس حاجت و مصیبت کے نطے میں یوقبل ہجرت کا دماہ کھلاتا ہے۔ ایسی انجام دیں۔ جنکی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں تلاش کرنا بیکار ہے۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو اس پر خطر سفر میں حضرت صدیقؓ کے سوا کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق سفر نہ تھا۔ اس سفر ہجرت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو آپ کے ساتھ اعلیٰ درجے کا اخلاص رکھتا ہو۔ اور اخلاص کیساتھ شجاع بھی اعلیٰ درجے کا ہو۔ اور شجاعت کے ساتھ عقلمند اور مدبر بھی اعلیٰ درجے کا ہو۔ لہذا اس سفر کی رفاقت کے لئے حضرت صدیقؓ کا انتخاب پھر اس انتخاب کا تذکرہ قرآن مجید میں خدا و رسول کی طرف سے ان کے ان اوصاف کا ذکر کی عملی شہادت ہے۔

شیعوں نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ایزدی حضرت صدیق اکبرؓ کو اس سفر میں اپنے ہمراہ لیا تھا۔

چنانچہ ان اللہ اہل ان تستصحب ابا بکر بحقیق اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ کو اپنی صحبت میں رکھتے۔ اور شیعوں کے شدید ثالث قاضی نور اللہ شوستری صاحب

سے انتقام لینے کے لئے ایک لشکر بر کر دی حضرت اسامہؓ تیار کیا تھا۔ اس لشکر کی روانگی کی سخت تاکید فرم گئے تھے حضرت صدیقؓ نے ان سب کاموں کو ایک ساتھ شروع کیا۔

صحابہ کرامؓ کی رائیں بالکل اس کے خلاف تھیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ قتال مرتدین میں توقف کیا جائے۔ اور سردست انکی تالیف کی جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اس رائے پر بہت غصہ آیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے عمرؓ! خطاب سناؤ! دین کامل ہو چکا ہے۔ وحی الہی کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ اکبر! حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دین اسلام پر کیا دعویٰ تھا۔ ان کا یہ فرمانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ دین اسلام کے اکلوتے وارث وہی تھے۔ لہذا وہ گورائے کر سکے کہ ان کے باپ کی میراث ان کے سامنے اس طرح لٹ جائے۔

حضرت علیؓ سے بھی اس قسم کی گفتگو آپؓ نے کی۔ اور قتال مرتدین کے لئے خود جانے کو تیار ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ خدا کی قسم اگر چیل کوئے میری پوٹیاں فوج ڈالیں تب بھی میں اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کو نہ روکوں گا۔ جس کی روانگی کا حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے۔

جس وقت آپؓ اپنی اولاد پر بیٹھ کر تینا قتال مرتدین کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰؓ نے آگے بڑھ کر آپؓ کی اولاد کی دھار پکڑ لی۔ اور کہا۔ کہ یا خلیفہ رسول اللہؐ ہمارا مقصود آپؓ کی حکم عدولی نہ تھی۔ ہم نے کچھ کہا تھا بطلو مشورہ کے تھا۔ آپؓ اولاد سے اتر آئیے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائیگی۔

چنانچہ اسامہؓ کا لشکر بھی روانہ کر دیا گیا۔ قتال مرتدین اور قتال مدعیان نبوت کے لئے بھی فوجیں روانہ ہو گئیں۔ اور ایک سال کے اندر اندر مدعیان نبوت بھی راہی جہنم ہو گئے۔

کوئی ملوک کیا ہے میں نے اس کا بدلہ ادا کر دیا۔ مگر ابو بکرؓ نے جو غد میں میری اپنی جان اور مال سے کی تھیں ان کا بدلہ میں ادا نہیں کر سکا۔ ان کا بدلہ قیامت کے دن خدا انکو دے گا۔ اور فرمایا کہ اگر مواللہ کے اور کسی کو میں اپنا خلیفہ بنانا تو ابو بکر صدیقؓ کو بناتا۔

شیعہ اس بات کا تو انکار نہیں کر سکے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر وقت میں کئی دن امامت نماز کی فرمائی۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ یہ امامت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و اجازت سے نہ تھی۔ اگر بغرض محال اسکو تسلیم بھی کر لیا جاسے تو بھی مسلمانوں کے نزدیک یہ بات کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔ کہ پیغمبر خداؐ کی موجودگی میں کوئی ایسا کام کیا جائے جو خدا کو ناپسند ہو اور بدلیلہ وحی اسکی مخالفت نہ کیجائے۔ بلکہ خاموشی اختیار کی جائے۔ اگر ایسا ہو تو نظام رسالت درہم برہم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت والجماعت کی احادیث میں اکثر یہ مضمون آتا ہے کہ فلاں کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تھا اور اسکی مخالفت نہیں کی گئی۔ لہذا وہ کام جائز ہے۔ وفات نبوی کے بعد جب مسند خلافت کو حضرت صدیق اکبرؓ سے برکت و زینت حاصل ہوئی اس وقت جو کچھ خدات دین اسلام انہوں نے کیں ان کے بمقابل ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ مدت حکومت آپؓ کی بہت قلیل ہے۔ اور وہ زمانہ بھی بہت پر آشوب تھا۔ مگر آپ کے کارنامے عجیب و غریب ہے۔ کہ اگر وہ سب یا ان میں سے اکثر بیان کئے جائیں تو مینہوں میں ختم ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر ایام میں میلہ کذاب اور اسود جنسی مدعیان نبوت کا فتنہ قائم ہو چکا تھا۔ جس کا کوئی انتظام اسوقت نہیں ہو سکا۔ پھر آپ کے بعد فتنہ ارتداد شروع ہو گیا۔ اور کئی قبیلہ عرب کے مرتد ہو گئے۔ ان سب پر مزید یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں

صلعم تھے۔ مسیحی علماء کو اسی دن سے یہ یقین ہو گیا کہ وہ
حجت البرہان ہیں۔ کبھی مسلمانوں کے سامنے سرخرو نہیں
ہو سکتے۔ اور یہ یقین ان کے اسلاف سے ان کے اخلاف میں
چلا آ رہا ہے۔ یرموک اور دمشق اور ملک شام کے کچھ اور شہر
بھی حضرت صدیق اکبرؓ کے زلمے میں فتح ہو چکے تھے۔ اور
اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ عراقی فوجیں ملک ایران
میں اور شامی فوجیں ملک روم میں لپیٹ مڑی علی الدین طبرستان
کے روم پر مدناظرہ کو دکھا رہی تھیں۔ کہ یکایک دربار خدا
وندی سے حضرت صدیق اکبرؓ کی طلبی ہوئی۔ اور آپ خلافت
کی باگ حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں دیکر رہی جنت ہوئی۔
انا لله وانا الیہ راجعون۔

آپ کا زمانہ خلافت دو برس نین ماہ نو دن رہا۔ تاریخ
وفات ۱۱ جمادی الثانی ۳۵ھ۔ وقت وفات مابین مغرب و
عشاء۔ مکان استراحت وہی روضہ مقدس۔ حسیہ جنت الفردوس
بھی رشک کرے۔ اور جس کا ایک حصہ عرش عظیم سے بھی
افضل ہے۔

برزخ عرش درگیر عالم پناہ کیست
روح الامین طواف کن بارگاہ کیست
در غار ثور ثانی خسیہ لوری کہ بود
خلقت عیان ز ناصیہ رشک ماہ کیست
آتش کہ زہد پر خرم از باب ارتداد
تخریب اہل جور و شکار سیما کیست
احسن بجز خلیفہ اول بدین ففصل
در پسلوئے رسول خدا تو بارگاہ کیست
حضرت صدیق اکبرؓ ایک بڑی تجارت کے مالک تھے۔
بڑے دولت مند تھے۔ مگر اسلام لاتے ہی تمام دولت اپنی
راہ خدا میں رسول اللہ صلم کے مرضی کے مطابق صرف کر دی۔

اور مردوں کا بھی قلع قمع ہو گیا۔ نتیجہ دیکھ کر سب کی آنکھیں
کھل گئیں۔ کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی خبر آیت قتال مرتدین
میں دی گئی ہے۔ وہ آیت مذکورہ میں جس جماعت کو خدا کا
محبوب و محبوب فرمایا گیا ہے وہ جماعت حضرت صدیق اکبرؓ
کے فرمانبرداروں کی ہے۔ یہ رمز بھی سب کی سمجھ میں آگئی۔
کہ اس لڑائی میں حضرت صدیقؓ کی رائے کی مخالفت کیوں
کی گئی۔ اور اپنے مخلص دوستوں کی ملامت ان کو کیوں
سنا نا پڑی۔ اس لئے کہ آیت مذکورہ میں اس مقدس جماعت
کا امتیازی نشان جس چیز کو قرار دیا گیا تھا وہ یہی ملامت تھی
قولہ تعالیٰ لا یجناہون لومۃ لا کسر۔ یعنی وہ کسی ملامت
کو نیوے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ مدعیان نبوت
اور فتنہ ارتداد سے مطمئن ہونے کے بعد اپنی خلافت کے
دوسرے سال یعنی ۳۵ھ میں اپنی اسلامی فوجوں کو
بجانب عراق حضرت مشی بن حارثہ کی ماتحتی میں روانہ کیا
پھر حضرت خالدؓ کو بھی ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ عراق
میں کئی لڑائیاں حضرت صدیق اکبرؓ کے حمدمیں ہوئیں۔ جن
میں ایرانیوں کو شکست پر شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کے
فتوحات و مضبوطیات ایران ترقی کرنے لگے۔ اس کے تھوڑے
ہی دنوں بعد آپ نے ملک شام کی طرف بھی حناں توجہ
منعطف فرمائی۔ ہر قل بادشاہ روم نے بھی اپنی پوری طاقت
مسلمانوں کے مقابلے میں جمع کر دی۔ یہاں تک کہ ۳۵ھ
میں وہ قیامت خیز لڑائی ہوئی جس کا نام عروہ یرموک ہے۔
۵۰ کو جنگ یرموک مشرور۔ گو جنگ بن یک جہاں کینہ ور۔
اس لڑائی میں مسلمانوں نے بتائید خداوندی رومیوں کے
حواس باختہ کر دیئے۔ اور ان کی کمر توڑ دی۔ مسیحی علماء نے
صحابہ کرامؓ نے عالمانہ مناظرے بھی کئے جن میں ثابت کر دیا
گئی موعود جس کی بشارت بائبل میں ہے حضرت محمد مصطفیٰ

سات غلاموں کو جو مسلمان ہو جانے کی وجہ سے سناٹے جاتے تھے مولے کرآدا کیا جن میں ایک حضرت بلال حبشی بھی ہیں۔

خلیفہ ہونے کے بعد چونکہ سارا وقت وفات خلافت میں صرف فرطے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے اصرار کر کے بیت المال سے قوت للہوت کے طور پر کچھ وظیفہ مقرر کیا۔ یعنی ڈھائی ہزار درہم سالانہ۔ ایک درہم کی قیمت آجکل دو آنے ہے۔ اس زمانے کچھ زائد ہوگی۔

ایک روز آپ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ میٹھا کھانے کو بھی چاہتا ہے۔ فرمایا اب میں بیت المال سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ جو وظیفہ مقرر ہے اسی میں سے کچھ روزانہ بچا کر کوئی میٹھی چیز تیار کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے مدینت کیا کہ روزانہ کس قدر بچایا۔ بی بی صاحبہ نے کوئی مقدار بیان فرمائی۔ پس آپ نے فوراً حکم لکھ بھیجا کہ یہ مقدار میرے وظیفہ سے کم کر دی جائے۔

بوقت وفات فرمایا کہ بیت المال سے وظیفہ جو ملا ہے وہ کل چھ ہزار درہم ہے۔ میرا خاں باغ بچکر رقم بیت المال میں پس کر دینا۔ مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے انکی وفات کے بعد ان کے وارثوں سے فرمایا کہ اب میں اپنے اختیار سے یہ رقم تم لوگوں کو واپس کرنا ہوں۔

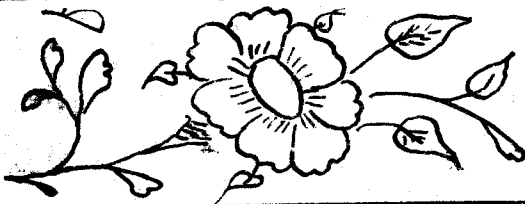
حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر صدیقؓ پر رحمت نازل کرے۔ انہوں نے اپنے جانشین کے لئے مشکل نمونہ چھوڑا۔

(نقیبہ صفحہ ۱۶) پاکان میں تیل والا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی۔ مسواک استعمال کرئیے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ خشک ہو یا تر۔ خواہ اس مسواک کا کوڑا پن منہ میں معلوم ہو۔ اگر کسی کے منہ سے خون آیا تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر تھوک کو خون

سمیت اندر نکل گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی نے بمبوسے سے کچھ کھاپی لیا۔ اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھالیا۔ ثواب روزہ جانا رہا۔ فقط قضا واجب ہے۔ اور اگر سرمہ لگا یا پاتیل لگایا۔ یا خون نکلوا یا۔ اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ پھر قصداً کھاپی لیا۔ تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ رمضان شریف کے عینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں۔ تمام دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ روزہ رکھنے میں اتنی بربادگوشی کہ صبح ہو جائے کاشمہ پڑ گیا۔ ثواب کھانا پینا کرو ہے۔ اور اگر ایسے وقت میں کھایا یا پانی پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو وہ روزہ نہ ٹوٹا اور قضا واجب ہوگی۔

روزہ توڑنے کا کفارہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈلنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام خرید کر آزاد کرے اور اگر وہ نہ مل سکے تو دو ماہ لگاتار روزے رکھے۔ تھوڑے تھوڑے رکھنے درست نہیں۔ اور اگر بیماری یا کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا تو ساتھ مسکینوں کو صبح اور شام بیٹ بھر کے کھانا کھلائے۔ اور اگر خشک رس دینا چاہے تو مسکین کو پونے دو سیر تک۔ بلکہ احتیاطاً دو سیر گیہوں دید۔ اور اگر گیہوں کی قیمت ادا کرے تو بہت بہتر ہے۔

(نقیبہ صفحہ ۱۷) انھل بلکہ پڑھ لیں۔ اور اگر شروع میں جمہ اللہ بول جائیں۔ تو جب یاد آئے یہ کہ لیں بسم اللہ فی اؤلہ و آخرہ۔ گرم گرم کھانا نہ کھائیں۔ نہ کھانے پر پھونکیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہے۔ (ابوداؤد شریف)



یت
مقام ولا

تذکرۃ الابرار

(از جناب مولانا ابوالمختار محمد امین صاحب کوٹوی، جھنکوی !!)

شمس کی ہے روشنی اس خاک پر
اولیا کی روشنی افلاک پر
آنکھ برا فلاک رفت ارش بود
برز میں چہ کار دشوارش بود
الْآتِ اُولِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

ولی کا معنی

ولی دوست کو کہتے ہیں۔ ولی اللہ خدا کا دوست۔ اولیاء اللہ خدا تعالیٰ کے دوست، مقرب و محبوب، محترم موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے عرض کی۔ اگر زمانے کے حوادث تیر ہوں۔ خدا تعالیٰ کمان گیر ہو۔ اور زمین و آسمان خدا کا نشانہ ہو تو کمان گیر کے پیر سے کون بچ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ وہی بچ سے گا ہو کمان گیر کے قرب و ہوا میں ہو گا۔ اس جواب کو اسطو نے جب سنا تو کہا۔ ضرور ایسا جواب پیغمبر کے بغیر اور کوئی نہیں دے سکتا۔ چکی کے پاؤں کی زد سے وہی دانہ بچ سکتا ہے جو محور پاش کے متصل اپنی جگہ بنالے۔ جو ذرہ دوڑ پڑا وہ ذرہ ذرہ ہوا۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ يَوْشُفُ مَرَامِطَ وَعِلَاقِ دُنْيَايَ سِوَى رِشْتَةِ تَوَلَّى كَرْدَ خَدَائِهِ حَكَمَ الْاَكْبَرِیْنَ كَيْ سَا تَهْ رِشْتَةُ مَوَدَّتِ بَوَلَّى لَيْتَا سِوَى تَعَالٰی اس کا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام امور کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے

فرمایا خدا تعالیٰ نے بواسطہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ کنت سمعہ الذی لیس معہ وبصر الذی یبصر بہ وایمن الذی یطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا۔ اور خدا تعالیٰ بواسطہ جبریل امین سمار دنیا سے ارشاد فرماتا ہے فلان بن فلان میرا دوست ہو۔ اور میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔ تم بھی اسکو دوست رکھو۔ پھر دنیا کی ہر چیز جنگل میں حیوان۔ سمندر کی مخلوقات مودی مودی جانور ہر چیز اس کی مطیع و منقاد نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کے حکموں کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا ہے معہ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

۱۔ رشتہ درگوش افکندہ دوست

۲۔ مرد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

۳۔ قادر و مالک کی ہر چیز اس کی غلامی کے لئے دست بستہ حاضر رہتی ہے۔

نور اللغات اطفافاً ناسری۔ شتابی گذرای مومن تیرے نور
نے میری تیزی کو ٹھنڈا کر دیا۔

ایک حدیث میں وارد ہے۔ جس طرح مومن دوزخ سے
پناہ مانگتا ہے اسی طرح دوزخ بھی مومن سے پناہ مانگتی ہے۔
اس لئے کہ اگر یہ لوگ محبوبان کبریا خاصان خدا نہ تھے مگر
ربی مقدس وجود میرے میں ڈالے گئے تو میری وہ آتش
عصیب ہودت سے فرعون و فرود و شداد و بان ابو جہل امیہ
کے لئے سلگ رہی ہے وہ فرو ہو جائے گی۔ اس لئے دوزخ
بھی مومن سے پناہ مانگتی ہے۔ غلاب میں شیخ الطائفہ
بغدادی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو منکر و نکیر سے کیسے خلاصی
ہوئی۔ فرمایا جب میرے پاس منکر و نکیر گئے۔ انہوں نے کہا
من ربک تیرا رب کون؟ میں نے ان کی طرف دیکھا اور کہا
جس روز اس نے السبت پر ہم کو کما تھا میں نے اس روز ہی
قالوا بلیٰ کہہ دیا تھا۔ تم اب رہ کر پوچھنے آئے ہو۔ جس نے
بادشاہ کے سامنے جواب دیا ہو وہ بھلا غلاموں سے کیسے
جھجھک سکتا ہے۔ یہ سن کر چلتے بنے اور کہا چلو بابا مست
محبت کے نشہ میں سرشار ہے۔

راہبہ بھیرہ سے جب نکیرین نے سوال کیا کہ من ربک
راہبہ نے کہا اول تو تم نے غلطی کی السلام علیکم کہنا تھا۔
دوسرا یہ کہا۔ عرش یہاں سے کتنا دور ہے۔ نکیرین نے کہا بہت
دور ہے۔ فرمایا اگر اتنے طویل سفر میں تم خدا کو بھول نہیں سکتے
تو میں دو گز کے نیچے کیسے بھول سکتی ہوں۔ من کان للہ
کان اللہ للہ۔ جو خدا کا ہو جائے اس کو بھلا نکیرین کے سوال
و جواب سے کیا جھجھک۔ لاخوف علیہم ولا هم یحزنون۔

۵ مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
اور مرکز بھی کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں۔
(باقی آئندہ)

ایک دن سید الطائفہ شیخ بطاحی نے سر نہٹے پاؤں
بیٹھے تھے اور آنکھوں سے خون جاری تھا۔ خادم حاضر نے عرض
کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اس وقت میں عالم ملکوت میں تھا۔
پہلے قدم عرش پر پونچھا۔ کیا دیکھتا ہوں عرش بھوکے بیٹھے
کی طرح منہ پھاڑے کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا اسی عرش۔ یاد
کہاں ہے۔ الرحمن علی العرش استوی۔ جب اس نے
سنا تو کہا اس بات کا کیا موقع۔ مجھے کہا جاتا ہے۔ جہنم مومن
کے دل میں بست ہے۔ اگر تلاش کرنا ہے تو بازید کے پاں
تلاش کر۔ بازید نے فرمایا ہاں اس کو زمین والے آسمان سے
پوچھتے ہیں۔ اور آسمان والے زمین سے اسکا پتہ پوچھتے ہیں۔
۵ ای خدا تو خیال میں آتا ہے۔ نظر آتا نہیں

بس اب میں جان گیا تیری پہچان یہی ہے
عارفِ رمی ۵ من نکم در زمین آسمان۔ بلکہ نکم در قلوب مہمان۔
من نکم در زمین شرق و غرب۔ گر مرا جوئی در دلما طلب
بستان العارفین حضرت بابا سلطان صاحب فرلتے ہیں۔
قلوب المؤمنین عراش اللہ
معلوم ہوا۔ مومن کے دل کی وسعت و پینائی و صحت عرش
فرش زمین و آسمان سے زیادہ ہے۔

پرجہ خالق کائنات کے جلوے کا یہ لوگ مظهر
ہوتے ہیں ۵

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادہ ہو تو دیکھ انکو
بیرہ فیاض شیشے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا در دل کی ہر تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے عزیزوں میں
(اقبال)

جب اویا اللہ دوزخ سے گذریں گے تو دوزخ کی
آگ سرد ہونے لگے گی۔ اور عرض کریگی جز یا مؤمن فان

اسلامی واقعات کی ایک جھلک

(محترم اشرف صاحب صبحی علیہ السلام)

اشرف صبحی صاحب کی ذات گرامی سے شاید پنجاب لوہنور نا آشنا ہے۔ دہلی کا علاقہ انہیں بخوبی جانتا ہے۔ آپ دہلی میں ریڈیو کی لہروں کے ذریعہ سے اکثر ادب و ادبی فرمایا کرتے تھے۔ ادبیات میں آپ کو ایک خاص جہات ہے۔ پاکستان ریڈیو کی طرف سے بھی اکثر دعویٰ کیا گیا ہے۔ لیکن آپ اس بیچ قناب سے اب گلو غلامی چاہتے ہیں۔ راقم نے انہیں بار بار ادبی خدمات پر آمادہ کرینی کی کوشش کی ہے۔ لیکن آپ دل کے ہاتھوں مجبور ہو چکے ہیں۔ تقسیم کے بعد نقل مکانی کے سلسلہ میں آپ کی ادبیت کھو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے حساس طبیعت نے حادثاتِ الٰہی کو حد سے زیادہ قبول کیا ہے۔ بہر حال آپ کی شخصیت عام انسانوں سے متمیز ہے۔ میری ان گنت گار آنکھوں انسانیت کا جوہر جن ہستیوں میں دیکھا ہے۔ ان میں ایک صبحی صاحب بھی ہیں۔ اخلاق کی زندہ مثال، اور اسلامیت کے علمبردار۔

(محمد فاروق)

اسلامی واقعات کی ایک جھلک

مزار پر چلنے کے لئے امن کی جگہ۔ ان کے جانور بھی تھوڑا بہت پر لیتے ہیں۔

درختوں کے ان ٹھنڈوں میں دور دور پکھڑے ہوئے کچھ چھوٹی پٹریاں اور نیچے بھی نظر آتے ہیں۔ ایک شیخ اس صحرا اور نخلستان کا مالک ہے۔ یہ سب چھوٹی پٹریاں اور نیچے اس کے ماتحت قبیلے والوں کے ہیں۔ صحرا کے بیچ میں باغوں سے گھرا ہوا ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ جس میں شیخ اور اس کے بال بچے رہتے ہیں

امن و راحت کی زندگی کا دور دورہ ہے۔ دنیا کی غلغلہ سے دور۔ جہان کی فکروں سے آزاد۔ خدا کی یاد کے سوا اس دنیا میں دوسرا کوئی پرچہ نہیں۔

بڑے چن چن چان اور خاموشی کے ساتھ دن گزر رہے تھے

اللہ تعالیٰ کے جلال کا موج چمک چکا ہے۔ جہالت کے

تاریک میدانوں میں دھوپ کھلی ہوئی ہے۔ عرب کی ریگستانی زمین پر دڑتے نگاہوں کو چند صبارا ہے ہیں۔ ابرو صحت نے برس کر تمام خشک کھیتیاں ہری کر دی ہیں۔ ہر صحرا نخلستان کو مات کر رہا ہے۔

انہی مبارک دلوں کا ذکر ہے کہ کئے اور مدینے کی راہ میں ریشیلے میدان کے ایک طرف کھجوروں کے درختوں کا ایک سرسبز ٹھنڈ ہے۔ اور اس کے نیچے صاف شفاف موتی جیسے اور برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ہے۔ کاروانِ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے یہاں ٹھہرتے۔ سائے میں دم لیتے۔ پانی پیتے اور خدا کی ہر بانیوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دوپہر کے تپتے ہوئے صبح سے انہیں پناہ ملتی ہے۔ ظہر کی

ہوتے چلے جاتے تھے۔ سورج کی شاخیں ٹھنڈی ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ وقت آگیا تھا کہ اپنا سفر شروع کر دے۔ ایک سچے مسلمان کی طرح اس نے ارادہ کیا کہ عصر کی نماز پہلے پڑھ لوں۔ تو پھر سوار ہو جاؤں۔ اٹھ کر چشمتے سے دھو کیا۔ جامناں بچھائی۔ پروردگار کے آگے جھکا۔ زندگی اور آرام و آسائش کے ساتھ دن کا بڑا حصہ گزرنے کا شکریہ ادا کیا۔

نماز سے فارغ ہو کر سفر کی تیاری کرنے لگا۔ اور اونٹ کی تلاش میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ دل میں کہا۔ کہاں چلا گیا ہے اور کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھتا بھالتا شیخ کے باغ میں پہونچا۔ باغ کے اندر قدم رکھا ہی تھا۔ کہ اونٹ مرا ہوا پڑا ملا۔ کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ آنکھوں کے آگے بجلی سی چمک لگئی۔ چمکن کیسا۔ یہ سمجھو کہ اس پر بجلی گر پڑی۔ اونٹ اور ٹھوڑا عربوں کا معشوق ہے۔ عاشق کے لئے ایک معشوق کی موت قیامت سے کم نہیں۔ دماغ چکر اٹھا۔

اسٹے میں بوڑھا باغبان جس کے ہاتھ سے اونٹ مرا تھا۔ سامنے آیا۔ اور اس نے سارا واقعہ بیان کر کے کہا۔ بیٹا! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے تو معاف کر۔ یہ ایک ان ہونی بات تھی جو ہو گئی۔ میں اسے جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ میری نیت اسے نقصان پہونچانے کی ہرگز نہیں تھی۔ وہ باغ کو کھوڑا رہا تھا۔ اور میں نے صرف اسکو ٹانگ کر باغ سے باہر نکلنے کی عرض سے لڑکی ماری تھی۔ دو مرتبہ نکالا وہ نہ ملا۔ تیسری مرتبہ پھر گھس آیا۔ اب لڑکی کی ضرب جان بیوا ثابت ہوئی واللہ! اس کے سوا کوئی بات نہیں۔ خدا کے کاموں میں کسی کو کیا دخل۔ یہ ایک سیدھا سادا اور سچا واقعہ ہے۔ اللہ معاف کرے۔ مجھے بہت افسوس ہے۔

نوجوان غم اور غصے میں بالکل آپے سے باہر تھا۔ صفائی کا ایک لفظ بھی سننے کے لئے اس کے کان تیار نہ تھے۔ اس کی دماغی

کہ ایک روز اتفاق سے کوئی نوجوان اونٹ پر سوار ادھر سے گذرا۔ اور دستوں کے مطابق چشمتے کے کنارے درختوں کے سائے میں دوپہر کاٹنے اور ٹھوڑا سا آرام لینے کو اتر پڑا۔ اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑ کر سستانے کی غرض سے ایک طرف گھاس پر لیٹ گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ نوجوان منزل کا تھکا ہارا لیٹے ہی نیند نے آلیا۔ ادھر وہ بے خبر ٹپا سورا تھا۔ ادھر اونٹ شتر بے ہمار۔ جہاں جی چاہتا منہ دارتے پھرتے۔ کبھی اس درخت کو جا بھنجوڑا۔ کبھی اس درخت کی خیرے والی قیمت کا لکھا۔ کھوندتے کھا رتے جناب لمبی گردن والے شیخ کے بلخ میں گھس گئے۔ اور انگوروں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔

باغبان ایک بوڑھا مقدس آدمی بیٹھا سر جھکائے مسجد کے لئے چمٹائی بن رہا تھا۔ اس کے کان میں پتوں کے بھرنے کی آواز پہونچی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو اونٹ صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور انگوروں کی میلیں خاک میں ملائی جا رہی ہیں۔ ڈنڈا ہاتھ میں لیکر اٹھا اور اونٹ کو مار کر باہر نکال دیا۔

جائزہ کی ذات ہے حیا۔ اونٹ ایک طرف سے نکل اور ٹھوڑی دیر میں دوسری طرف سے پھر آمو جو ہوا۔ باغبان نے پھر ڈنڈے رسید کئے اور وہ تنگ نکال آیا۔ دس پانچ منٹ نہیں گزرے تھے کہ دیکھا پھر حضرت چلے آئے ہیں۔ اسے انگوروں کی چاٹ لگ گئی تھی۔ باغبان کو غصہ آگیا۔ اب کے اس نے دروازہ سے ڈنڈا پھر کر مارا۔ اتفاق کی بات ڈنڈا اونٹ کے کسی نازک مقام پر لگا۔ لگتے ہی وہ گر پڑا۔ اور گرتے ہی دم دیدیا۔

نوجوان اونٹ کا انکسبے خبر ٹپا سورا تھا۔ اس کے خواب و خیال میں بھی اس واقعہ کی صورت نہ تھی۔ اپنے پیارے اونٹ کی موت۔ اس طرح اور مسافرت کی حالت میں وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی۔

نیند بھر چکی تو وہ اٹھا۔ دوپہر دھل چکی تھی۔ سائے لمبے

کیفیت بدل چکی تھی پیچ کر بولا۔ ”حق بڑے تو نے میرے آٹھ کو مار ڈالا“ اور اپنے طاقتور مضبوط ہاتھ بڑھا۔ بڑے کاٹنٹوا پکڑ لیا۔ زبان سے یہ دہراتے ہوئے کہ حماقت کے پٹیلے بڑھے تجھے میرے اونٹ پر ہاتھ چھوڑنے کی جرات کیسے ہوئی“ بوش غضب میں ایک ایسا جھٹکا دیا کہ غریب کے کمزور اور ضعیفی کے مارے ہوئے اعضا برداشت نہ کر سکے۔ اس کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ اور پلک جھپکنے میں اس کا دم نکل گیا۔

اس قسم کے ہوش قائم نہیں رہا کرتے۔ دودھ کا اہال ہوتا ہے۔ ایک دو منٹ کی بات تھی۔ جب نوجوان کا غصہ ٹھنڈا پڑا تو اپنے سامنے باغبان کی لاش دیکھ کر اس پر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو گئی۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ کہ یہ کیا کیا۔ اپنے کئے پر سخت پشیمان تھا۔ اس نے ایک انسان اور ایک مسلمان بھائی کی جان لی تھی۔ اسلام کے مقدس قانون کو توڑا تھا۔ اسلام کا قانون ہے کہ ”ایک مسلم کی جان آبرو اور مال دو سرے مسلمان کے لئے مباح نہیں۔ مسلمان مسلمان کا محافظ ہے“ دنیا نے اسلام کو ہمارے پیغمبر کا یہ یہ آخری پیام نہ تھا یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ شرم کے مارے اس کا سر جھک گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ میں اسلام کا سپوت نہیں کیونٹ بیٹا ہوں۔ غدار۔ نالائق۔ ایک مسلمان بھائی کی جان کو ضرر پہنچا کر میں نے اس امانت میں خیانت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو سونپی تھی۔ جس سے روٹا بی کرنا اسلام سے پھرنا اور پیغمبر کی تعلیم کو ٹھکانا ہے۔

لیکن وقت گزر چکا تھا۔ اب نہ امانت بہ کار آمد تھی۔ نہ افسوس۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اس وقت تو سوال یہ تھا کہ وہ کیا کرے۔ لے کر کیا کرنا چاہیے؟ موقع واردات سنسان۔ آدم نہ آدم زاد۔ علیٰ شایہ تھے نہ سماعی۔ چاہتا تو کھسک جاتا۔ اپنی جان بچانے کے لئے نہایت آسانی کے ساتھ بھاگ سکتا تھا۔

ٹھہرنے میں پکڑا جانا۔ اور قصاص میں ذلت سے گردن ماری جانی لازمی تھی۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرتا؟ اسے کیا کرنا تھا؟ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ اور سوچنے کے بعد اپنی جان بچانے کے لئے تقریباً بھاگنے ہی والا تھا کہ اس کے اندر سے ایک تیز اور تھکانہ آواز آئی۔ ”نہیں! کبھی نہیں! بھاگنا مسلم کی شان نہیں! غصے میں بے قابو ہو جانے کی سزا بھگتنی چاہیے۔

غصہ اور ایسا غصہ جس میں اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتے دیوانگی ہے۔ پھر بھاگنا۔ ایک مسلمان دیوانہ اور دیوانے کے ساتھ کینہ بھی ذلیل بھی۔ ملک اعدا اسلام کے قانون سے بچنے کی کوشش کرنا اس کے معنی ہوں گے کہ دھوکہ دیا۔ دھوکہ دینا، غریب سے جان بچانا مسلمان کو زیبا نہیں۔

نوجوان نے اس کے دل کی آواز پر لبیک کہی۔ سیدھا شیخ کے پاس پہنچا اور باغبان کے خون کا مجرم بن کر پیش ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اسلام کے باغ کی بہار شباب پر تھی۔ فاروق اعظمؓ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ ان کا عدل ضرب المثل تھا۔ دوست دشمن۔ اپنے پرائے۔ بڑے چھوٹے۔ امیر غریب سب کی ایک حیثیت تھی۔ انکی عدالت میں بڑائی ٹھٹھائی کے امتیازات نہ تھے۔ انہوں نے اپنے سگے بیٹے کو جب اس پر الزام ثابت ہو گیا تو اتنا پوچھا کہ وہ مر گیا۔ ایسے سخت گیر اور منصف کی عدالت میں شیخ نے نوجوان کو انصاف کے لئے بھیج دیا۔ بڑے مقتول باغبان کے دو بیٹے اسے لیکر چلے۔

منزلیں طے کرنے کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے۔ خلیفہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ کی عدالت آج کل جیسی عدالت نہ تھی۔ کہ پہرے لگے ہوئے ہوں۔ حاکم اونچی کرسی پر

بیٹھا ہوا ہو۔ نہ اہلذرت تھے۔ نہ پیشکار۔ نہ پیشیاں لگی تھیں۔ نہ دکانوں میں موٹو گافیاں کرتے تھے۔ منلوں میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو کر حق و ناحق کا فیصلہ ہو جاتا۔ اس نہری زلے میں سادگی اسلام کا نمونہ تھا۔ عدالت گھاس بھونست چھائی ہوئی مسجد کے سوا کوئی اور نہ تھی۔ سچ صواب بہادر کسی زلے لباس میں اور انوکھی شان بنا کر بیٹھتے۔ پیوند لگے ہوئے صاف شہرے کپڑے کچھور کے بورے پر یہ عظیم المرتبت خلیفہ دوزانو یا کرلوں بیٹھا ہوتا۔ لیکن اس کا رعب اللہ اکبر۔ غلط کارگزار اس کی عدوت دیکھ کر ہراساں ہوتے۔ اس کی عدالت کمرہ دلوں کی محافظ مظلوموں کی پشت پناہ اور طاقت کا غلط استعمال کرنے والوں ظالموں کے لئے قہر الہی سے کم نہ تھی۔ مشیر کار بھی اس کے ایسے ہی سادہ اور بے نمود ہونے۔ صلاح کار کون؟ وہی مسلمانوں کی جماعت جو وہاں نماز پڑھنے آتی۔ وہ سب پاکباز خدا سے ڈرنے والے۔ انصاف کے متولے اور سچائی کے دلدادہ تھے۔

اس شان کے سچ اور اس طرز و روش کی حیوری کے روبرو نوجوان بوڑھے باغبان کے قتل کے الزام میں پیش کیا گیا۔

بوڑھے مقتول باغبان کے بیٹوں میں سے بڑا بولا۔ ”امیر المؤمنین! یہ شخص ہمارے نخلستان میں دوپہر کو آرام لینے کے لئے ٹھہرا۔ لیٹ کر سو گیا۔ سوتے میں اس کا اونٹ آوارہ پھرتے پھرتے ہمارے شیخ کے باغ میں بھس آیا۔ اور انگوڑوں کا سارا کھیت کھلیان کر ڈالا۔ ہمارے باپ نے جو باغ کا رکھوالا تھا۔ اونٹ کو دو مرتبہ مار کر نکال نکال دیا۔ لیکن وہ بھیر اندر آ کر نقصان کرنے لگا۔ تیسری بار ضرب کسی ایسے نازک مقام پر پڑی کہ اونٹ کی جان نکل گئی۔

یہ بالکل اتفاق کی بات تھی۔ ہمارے باپ نے عمداً ایسا نہیں کیا۔ اس نے صرف اپنے مالک کے مال کی نگہبانی کی تھی۔ وہ اسی بات کا نوکر تھا۔ اور شیخ اسی کام کی لے تنخواہ دیتا تھا۔ اس دوران میں یہ نوجوان بے خبر سوتا رہا۔ اس کو کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی نہ تھیں۔ جو واقعہ کو دیکھتا۔ میرا باپ ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی لاعلمی ظاہر کر سکتا تھا اگر وہ چاہتا۔ اس لئے کہ کوئی عینی شہادت موجود نہ تھی۔ لیکن وہ سچا مسلمان اور پیغمبر کو ماننے والا تھا۔ اس نے جھوٹا بول کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے نام کو بے گناہا پسند میں کیا۔ اس کی ہمیشہ ہمیں ہی تعلیم رہی ہے کہ ایک مسلمان کو سچ بولنا چاہئے۔ خواہ نتیجے میں کچھ بھی ہو۔ ہم سے کہا کرتا تھا کہ صداقت ہمارے پیغمبر کی زندگی امدان کے اطلوار کا سب سے زیادہ چمکدار جوہر تھا۔ پیغمبر ہونے کے بعد ہی نہیں بلکہ تاج رسالت پہننے سے پہلے بھی وہ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ ایک شخص جو اسلامی روایات مقدسہ کا اس درجہ پابند ہو محض اپنی جان بچانے کی غرض سے ایسا ذلیل جھوٹ کبھی نہیں بول سکتا تھا۔ وہ اس نوجوان کے سامنے آگیا۔ ذرا بھی نہ جھجکا۔ نہایت اذہمی کے ساتھ واقعہ کی ساری کہانی سچ سچ سنادی۔ اور ہونی شدنی پر دلی افسوس ظاہر کیا۔ لیکن یہ شخص بجائے اس کے کہ اس کی صداقت اور بے باکانہ اسلامی اعتراف اور ندامت سے توش ہو تا۔ اسے عزت کی نظر سے دیکھتا۔ اس کی طرف جھپٹ پڑا اس کے بڑھاپے سے کمزور گلے پر اپنے جوان ہاتھ ڈال دیتے۔ اور بلا تامل اسے مار ڈالا۔

مسجد یا کمرہ عدالت میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا سناٹا کہ اگر سوئی بھی گرتی تو آواز سنائی دیتی۔ جب تک باغبان کا بیٹا استغاثہ دینار بالکل خاموشی رہی۔ استغاثہ کا بیان

ختم ہونے کے بعد اس خاموشی کو توڑنے والی سچ یعنی خلیفہ کی صاف اور حاکمانہ آواز کہتے ہوئے سنائی دی۔ ”تو جوان! تو کیا کہتا ہے؟“

”تو جوان! جس کا سر شرم اور ندامت سے جھکا ہوا تھا! جناب! میں کچھ نہیں کہتا۔ میرے پاس اس بیان کی کوئی تردید نہیں۔ یہی واقعات ہیں۔ میں اپنے کئے پر سراسر اور نادم ہوں۔ مجھے غم نہیں اگر اس کے قصاص میں میری جا بھی جاتی ہے۔ میں حاضر ہوں۔ سب سے زیادہ صدمہ تو مجھے اس بات کا ہے کہ میں اسلام کا غدار ثابت ہوا۔ میں نے اسلام سے دغا کی۔ اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔ ہمارے نبی تو فرماتے ہیں کہ بڑھاپے کی عزت کرنی چاہیے۔ اور میں اس پیغام کو بھول جاتا ہوں۔ یاد رہتا ہے تو اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دینائے اسلام کو اپنی آخری انوی وصیت میں ہم کو تاکید فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کے جان مال اور آبرو کا تحفظ کرو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی ہر چیز کا امانت دار ہے۔ اور میں نے اس فرمان کی یہ توفیق کی۔ ایک سفید ڈاڑھی کا احترام اس طرح کیا۔ کہ اسے دیکھ کر آپ سے باہر ہو گیا۔ اور اس کی جان لے ڈالی۔ میں کیا کہوں؟ سو اس کے کہ قاتل کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میرا بیان صرف جرم کا اقرار ہے۔

نمازی جو مسجد میں آتے ہوئے تھے تو جوان کا یہ بلا تصنع اقبال سن کر بظاہر بہت متاثر ہوئے۔ وہ سب اس کی اس اسلامی جرأت پر گردنیں ہلانے لگے۔ کہ واہ کیا کہنا۔ موت کے مقابلہ میں سچائی کو ہاتھ سے نہ دیا۔

خلیفہ۔ مرحبا! بڑا ک اللہ! ایک مسلمان کو مسیطر سچائی پر تلے رہنا چاہیے۔ مسلم کا یہی عمل ہوتا ہے۔ اپنے گناہوں اور غطاؤں سے توبہ ہر وقت کی جاتی ہے۔ مسلمان

کی ندامت و دوزخ کی آگ کو زیادہ تر ہونے نہیں دیتی۔ قاتل ہونے کے باوجود میں تجھے مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ تو صداقت کے بلند معیار سے گرا نہیں۔ تیرے اندر اسلام کا نور ہے۔ اسلام اپنے فرزندوں سے خونیں یوں یا مرداسی چیز کی توقع نہ کرتا ہے۔ کیا ہوا؟ اگر ملک الموت سامنے کھڑا ہے۔ موت کا وعدہ ملنے والا نہیں۔ ایک وقت یہ ضرور آئے گی۔ مسلم کو ہرگز ایسا ذلیل اور حقیر بننا نہیں چاہیے۔ کہ وہ مرنے سے ڈر کر جھوٹ بولے۔ بزدل ہے۔ نامراد ہے جو جھوٹ بولتا ہے۔ سچائی سے بھاگنے کے معنی یہ ہیں کہ جھوٹ بولے والا نتائج سے ڈرتا ہے۔ مسلمان سب کچھ ہو سکتا ہے مگر کمینہ اور بزدل نہیں ہو سکتا۔ ڈر کا لفظ اسلام کی دُکھنری میں نہیں۔ میں خوش ہوں کہ تم نے اس نازک حالت میں اسلام کے لائق فرزندوں کی سب جرات دکھائی۔ ان تمام باتوں کے باوجود افسوس کہ تیری جان بخشی میرے اختیار میں نہیں۔ قاتل کی گرفت میں تم آچکے ہو۔ وہ اپنی حد جاری کئے بغیر نہیں رہیگا۔ مجبوری ہے تمکو مرنا چاہیے۔

تو جوان۔ امیر المؤمنین! آپ کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ افسوس نہ کریں۔ مشیت الہی کے سامنے گردن جھکانا بھی تو مسلم ہی کی شان ہے۔ اس کی یہی مرضی ہے کہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے کیا غم۔ میں بڑی خوشی کے ساتھ سر جھکاتا ہوں۔ ہاں میری ایک آخری درخواست ہے۔ اگر قبول فرمائی جائے۔ میں لوگوں کا دین دار ہوں مجھ پر چند قرعے ہیں۔ گھر جا کر انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ تاکہ دنیا کا یہ بوجھ اپنی گردن پر نہ جائے۔ غم ہے تو صرف اس کا۔ فکر ہے تو فقط یہ کہ حقوق العباد میں گرفتار جا کر خدا کو کی منہ دکھاؤں گا؟ لوگ مجھے خونی کہیں گے بلا سے۔ لیکن میں اپنے کو بددیانت کہوانا نہیں گوارا کرتا۔ خونی ہونا

اس قدر قلت نہیں جس قدر بدیانت اور خائن ہوتا ہے۔ میں اس معاملے میں اپنے رسولؐ کا اضطراب بہو نہیں جب آپؐ کی اس دنیا میں آخری گھڑیاں تھیں۔ آپؐ کس قدر بے چین تھے۔ کس طرح آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کا مجھ پر کچھ چاہئے تو مصافحہ صاف کہہ دے تاکہ ادا کر دیا جائے۔ اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اپنا بدلہ یہیں مجھ سے لے لے۔ آپؐ اس دنیا سے بالکل پاک و صاف اور سبک ہو کر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا والوں کے سامنے شرمندہ ہونا اس سے اچھا ہے کہ خدا کے روبرو ندامت ہو۔

میں ان کا نام زبان پر لانے۔ ان کا کلمہ پڑھنے کے نہیں۔ میں نے ان کا کتنا خاک یاد رکھا۔ اگر اپنے قرضے نہ اتارے اور قرض خواہوں کو مطمئن نہ کیا۔ اس لئے میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اتنی محنت دیدی جائے کہ میں گھر جا کر قرض داری سے نجات حاصل کر لوں۔ صرف یہی ایک اور آخری میری تمنا ہے۔

خلیفہ اور حاضرین نے پھر ایک مرتبہ نوجوان کی طرف تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا ”اللہ اکبر! کیا دیانت داری کا جوش ہے۔ ایسے وقت کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ اس کے دل کو صرف ایک دکھ ہے۔ حقوق العباد کا خیال! افسوس اسلام کا ایک ایسا ہونہار فرزند مر جائے۔

لیکن چارہ کار کیا تھا۔ قانون کی نگاہ میں شخصیتوں کا سوال نہیں۔ وہ انسانوں میں تخصیص کرنے والا نہیں۔ اس کے ہاتھ میں اس نوجوان کے لئے فقط تلوار تھی۔ موت سے

اس کا بچنا ناممکن۔ کسی کے دست قدرت میں اسے بچا لینے کے سامان نہ تھے۔ اب رہ گیا اُس کی آخری خواہش کو پورا کرنا۔ سب چاہتے تھے کہ اس کی یہ درخواست منظور کر لی جائے۔

سب۔ امیر المؤمنین! مرنے والے کی یہ خواہش بڑی خواہش نہیں۔

خلیفہ۔ میں بھی اس کے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ سب۔ پھر؟

خلیفہ۔ (نوجوان سے) کچھ مضائقہ نہیں۔ تمہاری خواہش پوری کی جاسکتی ہے۔ لیکن تمہیں ضمانت دینی چاہئے۔ شخصی۔ کوئی ایسا شخص لاؤ۔ جو تمہارا ضامن ہو۔

اور یہ ذمہ لے کہ تم قصاص کے مقررہ دن واپس آجائو گے۔

نوجوان۔ امیر المؤمنین! ایک مسلمان کا قول الکی ضمانت ہے۔ میں اپنی ضمانت میں اپنی صادق القولی کے سوا کس کو پیش کر سکتا ہوں۔

خلیفہ۔ تمہارا کہنا صحیح ہے۔ یہی اسلام کے ہر فرزند سے توقع ہے۔ ایک مسلمان کو زبان کا سچا۔

وعدے کا پکا ہونا لازمی ہے۔ خواہ اس کی قیمت میں اسے جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ لیکن قانون کا دستور اصل بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ اور تارن محسن لفظ۔ ضمانت منظور نہیں کرتا۔ وہ چھوٹے بڑے سچے جھوٹے کسی کو

نہیں پہچانتا۔ تم کو کوئی ضامن کھرا کرنا پڑے گا۔ کسی ایسے معتبر آدمی کو پیش کرو جو تمہاری ضمانت لے۔

یہ سن کر نوجوان پر مایوسی کی تار بجی چھا گئی۔ وہ اس علاقے میں اجنبی تھا۔ کسی سے اس کی دور کی بھی جان پہچان نہ تھی۔ کون اس کی ضمانت دیتا۔ اور ایکٹکل غیر شخص کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈالتا۔

نوجوان کی عقل چکر میں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ بڑی مشکل کا معاملہ آگیا۔ بہت ہی

نازک۔ اس سے زیادہ آزمائش کا موقع اور کونسا ہے۔ اگر وہ گھر جا کر نہ پلٹے۔ بدنبی نہ سہی۔ بیس صورتیں آسکتی

ہیں مضمی - نو جوان کو اسی وقت رہا کر دیا - اور وہ گردن گردن کٹوانے کے لئے ٹھیک وقت پر واپس پہنچ جانے کا وعدہ کر کے اپنے قرفیہ چکانے کی غرض سے فوراً گھر روانہ ہو گیا * (باقی آئیندہ)

بقیہ ص ۱۱ - شریع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اس امت میں سے بہتر وہ ہے جس کے ہاں لڑکیاں زیادہ ہوں - (بخاری ج ۳ ص ۵۵ مصری)

جس شخص کو لڑکیوں میں میل لارکھا جائے وہ اس کے لئے آگ - سے پردہ ہوں گی - (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱) جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اس گھر میں بھیجتے ہیں - جو جا کر ان پر سلام کہتے ہیں - اور اس لڑکی کو اپنے بازوؤں سے ڈھانپ لیتے ہیں - اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہیں * (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱) (مجم صغیر طبرانی ص ۱۱۱) (باقی آئیندہ)

ہیں - تو بچا رہے ضامن کی محنت گردن ماری گئی - ضامن قطعی اس کے پٹے مارا جاتا - ایک اجنبی کے لئے یہ توقع بہت ہی بعید تھی - تاہم اس نے چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی - اس کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے - نگاہوں سے

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ انتہائی باؤسی کے عالم میں اپنے کو بے یار مددگار سمجھ رہا ہے - لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا - کسی سے التجا کرتی گوارا نہیں کی -

اسی گھوٹو کی حالت میں نو جوان غم و اندوہ ناکا سی و ناامردی کی تصویر بنا ہوا کھڑا تھا - کہ مسجد کے ایک گوشے سے ایک ضعیف العز آدمی اٹھا - تمام حاضرین اپنے میں آگے - مسرت آمیز جھپٹ کے ساتھ اس کا منہ تھکنے لگے - اس نے پکار کر کہا - ”امیر المؤمنین! میں اس کی ضمانت دیتا ہوں - میری ضمانت قبول فرمائیے“ یہ بزرگ ابوذر غفاریؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے -

پوچھ گچھ کا کیا کام تھا - ان کی وقعت کس کے دل

چند اہم دینی کتابیں!

الشہاب مرزا دینی ناہد مرزا یوں کے کفر و تاداد اور مسئلہ قتل مرتد کے متعلق حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کا بہترین تحقیقی رسالہ - کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ - قیمت صرف ۸

حیاء المسلمین - مصنفہ حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی مداح صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا کی تمام تصانیف میں ممتاز تصنیف اور نہایت بہترین کتاب ہے - ہر مسلمان کیلئے اس کا مطالعہ ضروری اور مفید ہے - جلد قیمت صرف دو روپیہ

مندرجہ بالا کتابیں اور ان کے علاوہ اور دینی مذہبی کتب کے لئے کیلئے پتہ ذیل یاد رکھئے -

ادب النبی - مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رکن تعلیم اسلامی بوند کراچی جبین خدو صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اُلواد اور سیر مطہرہ کو صحیح روایات کی بنا پر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے - جلد خصوصاً ٹائٹل قیمت ہر عمر نیک بیباں - مصنفہ حضرت مولانا سید محمد حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خدیو حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے حالات زندگی خصوصاً مآثور و کو پڑھا کیلئے بہترین کتاب ہے - جلد مدیہ زیرائش - قیمت صرف ۱۲

الاسات اشاعت الاسلام مع مسجد لاٹلیو سا

شیعہ حضرات کے بارہ امام اور مسئلہ ختم نبوت

(حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب دلاوری)

مح شیخ زائد اصول کافی میں موجود ہیں۔ ان صفات کے بارہ شیعی امام یہ ہیں :-

- (۱) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ - (۲) حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ - (۳) حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ - (۴) حضرت علی بن حسین معروف بہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ - (۵) حضرت امام محمد باقر - (۶) حضرت امام جعفر صادق - (۷) امام موسیٰ کاظم - (۸) امام موسیٰ رضا - (۹) امام محمد تقی - (۱۰) امام محمد تقی - (۱۱) امام محمد حسن عسکری - (۱۲) امام مهدی (موجود و منتظر) سلام اللہ علیہم اجمعین -

معصوم ہونا خاصہ انبیاء ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ معصوم ہونا خاصہ

انبیاء ہے۔ حضرت الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو آپ کا مثل اور معصوم اور مقرر فی الطاعة مانتا شرک فی النبوت اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ اور عالم الغیب مانتا شرک فی التوحید ہے۔ امام معصوم مقرر فی الطاعة صرف سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد کوئی معصوم مقرر فی الطاعة نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ البتہ امام بمعنی مطلق پیشوا اس امت میں

بہت ہوتے اور ہیں اور ہوں گے۔ جو نہ بارہ اماموں میں منحصر ہیں نہ بارہ لاکھ میں۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے بے تعداد انسانوں کو کامل و مکمل بنا دیا۔ انہی تعلیمات کی بدولت ہزار ہا علماء و صلحا منصب پیشوا و رہنما کی پر فائز ہوئے اور ہوں گے۔ اکابر دین، علمائے شرع متین

شیعوں کے نزدیک امامت کا مرتبہ نبوت سے بھی افضل ہے۔ ان کے ہاں امام بنی کی طرح معصوم ہوتا ہے۔ بنی کی طرح اسکی اطاعت بھی فرض ہے۔ شیعوں نے امام کے لئے حسب ذیل شرائط ضروری قرار دیئے ہیں۔

(۱) بنی کی طرح معصوم یعنی منجور کبرہ ہر طرح کے گناہوں سے پاک اور مقرر فی الطاعة ہو۔

(۲) اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو۔

(۳) خدا اور رسول کی طرف سے مخصوص یعنی اس عہدہ کے لئے نامزد ہو۔

شیعہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو امام کے منتخب کرنے کا اختیار نہیں۔ ان کے نزدیک خدا پر واجب ہے کہ قیامت کبھی دنیا کو امام خالی نہ رکھے۔ اور کہتے ہیں کہ اس صفت کے بارہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لئے خدا کی طرف سے متعین ہو چکے ہیں۔ ان کے نام کے بارہ لفظ خدا کی جانب سے نازل ہو چکے۔ ان کا رتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ وہ عالم الغیب ہیں۔ اور ان کو ماکان و مایکون کا مکمل اور قطعی علم ہے۔ فرشتے ان کے پاس آتے تھے۔ تمام پہلی آسمانی کتابیں ان کے پاس تھیں۔ عصائے موسیٰ پر فیض، انگریزی سلیمان، اسم اعظم جو من تمام انبیاء کے معجزات ان کے پاس تھے۔ جنات کا لشکر ان کے تابع تھا۔ ان کی موت ان کے اختیار میں تھی۔ اور ہر ایک کو اپنی موت کا وقت معلوم تھا۔ ہر امام کو ایک ایک رجسٹر بھی خدا کی طرف سے ملتا تھا جس میں اس کے شیعوں کے نام بقید ولایت لکھے ہوتے تھے۔ امام کے یہ صفا

تمام مسلمانوں کے اجماع کے خلاف اس میں مسائل لکھے ہوئے تھے۔ اور مثلاً یہ کہ ہر سال امام پر خدا کی طرف سے ایک کتاب اتفرقی ہے۔ جس میں سال بھر کے احکام لکھے ہوتے ہیں۔ کتاب صافی شرح کافی ص ۲۲ میں ہے (ترجمہ)

ہر سال لیسلۃ القدر میں امام پر ایک کتاب نازل ہوتی ہے۔ جس میں سال بھر کے احکام ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں خدا جن احکام کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اور جن کو چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔

القرض یہ سب سامان تو موجود ہیں مگر شیعہ اپنا اصلی مذہب و مسلک مسلمانوں سے چھپاتے ہیں۔ کھلم کھلا ختم نبوت کا انکار نہیں کرتے۔

مرزا یوں کو تو لوگ اس بنا پر برا کہتے ہیں۔ کہ وہ حضرت ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو بنی مانتے ہیں۔ لیکن شیعوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ جنہوں نے حضرت بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر صفات رکھنے والے بارہ امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کھڑے کر رکھے ہیں چ (بہ شکر یہ یاد دہی)

اور خلفاء کو اس لئے امام کہا جاتا ہے۔ کہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ مگر وہ حقیقۃً امام نہیں کیونکہ وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات و ارشادات کے ناقل ہیں۔

شیعہ دہل ختم نبوت کے منکر ہیں فی الحقیقت شیعہ کا ایمان ختم نبوت

پر نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بارہ اماموں پر نزول وحی کی روایتیں تصنیف کر رکھی ہیں۔ انہوں نے اماموں کے لئے قرآن اور حدیث کے سوا دوسرے ماخذ احکام بھی تجویز کر لئے۔ مثلاً مصحف فاطمہ جس کی بابت اصول کافی ص ۱۲۱ میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں (ترجمہ) ہمارے پاس مصحف فاطمہ بھی ہے۔ اور لوگوں کو کیا معلوم کہ مصحف فاطمہ کیا چیز ہے مصحف فاطمہ تمہارے قرآن سے تگنا ہے۔ واللہ تمہارے قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس جعفر بھی ہے۔ اور لوگ کیا جانیں کہ جعفر کیا چیز ہے۔ وہ چمڑے کا ایک ظرف ہے جس میں نبیوں، وصیوں اور علمائے بنی اسرائیل کا علم ہے۔

اور مثلاً کتاب علی جس کی بابت زرارہ کا بیان فروع کافی جلد ۵ ص ۵ میں ہے کہ امام جعفر صادق نے مجھے وہ کتاب دکھائی تھی۔ اونٹ کی زبان کے برابر موٹی تھی۔ اور

علمی موتوں کی بکھیر

تقریر دینی کی رو سے	تقریر دینی کا پہلا سال	قیمت ۳۰	آخری پیغام حق	قیمت ۴۰	تختہ مرآۃ (قادیانی نمبر)	قیمت ۴۰
"	" " دوسرا "	" ۹	جام حیات	" ۸	"	"
"	" " تیسرا "	" ۸	فون کر بلا	" ۴	"	"
"	دین اسلام	" ۴	پیار بنی کے پیار اخلاق	" ۸	"	"
"	الشباب رحم الناطف المرتاب	" ۸	پیغمبر اسلام	" ۴	"	"

ملنے کا پتہ : منیجر جریلا شمس الاسلام جریلا دیاکستان

دولت کی غلط تقسیم

ادبیات

چاہیے تو یہ تھا کہ ہم مذکورہ بالا چاروں غریبوں کے منعلق الگ الگ یہ بتلاتے کہ اسلام ان کی کیونکر اصلاح کرتا اور ان کے متعلق کیا کیا انتظام کرتا ہے۔ لیکن یہ تفصیل وقت اور طاقت طلب ہے۔ لہذا ہم تین چیزوں کو نظر انداز کر کے صرف دولت کی غلط تقسیم کے متعلق اسلام کی تعلیمات اور اپنے ناچیز خیالات پیش کرنا چاہتے ہیں کہ وقت کا اہم اور مقدم مسئلہ اسی کو سمجھا جاتا ہے۔

دولت کی غلط تقسیم کی کیا مراد ہے؟

جو دولت کی غلط تقسیم اور معاشی نا انصافیوں کا رد و ناروتے اور انسانوں کو مذہب و اخلاق سے نفرت دلا کر روٹی و پیٹ کا سبب بناتے ہیں۔ اور جنہوں نے ساری دنیا میں روٹی و پیٹ کا غل چھڑا رکھا ہے۔ ان اندھوں کی نظر آج تک اس حقیقت تک نہیں پہنچ رہی کہ اس غلط تقسیم کا اصل منبع کیا ہے اور اس کا صحیح علاج کیا ہے۔ بس وہ یہی کہے جا رہے ہیں کہ معاشی نا انصافیوں کی بڑی انفرادی ملکیت ہے۔ اس کو مٹا کر تمام ذرائع دولت کو سٹیٹ کی ملک اور حکومت کی نگرانی میں دیدو۔ بس پھر دنیا میں امن قائم ہو جائیگا۔ اور دنیا میں کوئی خرابی باقی نہ رہے گی۔ عقل و خود باختہ اشتراکی یہ تو کہتے ہیں کہ انفرادی ملکیت مٹا دو۔ مگر یہ نہیں بتلاتے کہ اگر انفرادی دولت اور خزانے دولت چھین کر سٹیٹ کی ملک میں دے دیے جائیں تو سٹیٹ

کچھ دنیا میں جس قدر بھی خرابیاں، فسادات، جھگڑے، بد امنیاں، تباہیاں اور فوئزیاں ہیں۔ ان سب کی بڑی چار چیزیں ہیں۔ (۱) خدائے مذہب، اخلاق اور ہدایت الہی سے بیزاری و محرومی۔ (۲) دولت کی غلط تقسیم۔ (۳) اپنا سٹے جنس کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک۔ (۴) مکروروں پر ظلم و ستم۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا جامع دین اور مکمل نظام حیات ہے جو دنیا سے تمام ظلمات و مفہرانہ نظامات کو مٹا کر اپنا مصلحانہ و عادلانہ نظام قائم کرنا اور انسانیت کا بول بالا کرنا چاہتا ہے۔ ان چاروں خرابیوں کی اصلاح کرتا، فتنہ و فساد کی تمام راہیں بند کرتا، امن و آسائش کی تمام راہیں کھولتا۔ نیکی و ہدایت و فضائل، راستی و کذب، غلط و صحیح اور تسلیم و طغیان کی وضاحت کرتا۔ نوع انسان کی خدمت اور دشمنی کی الگ الگ حدیں متعین کرتا۔ زندگی کے ہر شعبے کی صحیح ترتیب و تنظیم کے اصول و طریقے بتلاتا۔ زندگی کی مشکلات اور محنت امور کو حل کرتا۔ اور تمام انفرادی و اجتماعی دردوں کا مداوا کرتا ہے۔ مگر عہد حاضر کے متمرد و تہذیب یافتہ انسانوں کی یہ انتہائی بے ہمتی و جھجھکی ہے کہ وہ ایک انسانیت نواز اور عدل پرور نظام حیات سے منہ موڑ کر سرمایہ داری و جمہوریت اور اشتراکیت کے فریب میں مبتلا ہو کر دنیا میں ظلم و فساد کی آگ بھڑکا رہے اور مجنونانہ اپنی تباہی کے سامان کر رہے ہیں۔

چلانے والے حکمران اور برسرِ اقتدار طبقہ کی خدائی اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کا کیا علاج کیا جائیگا۔ یقین کیجئے کہ اس کا کوئی جواب اور کوئی علاج نہ اشتراکیوں کے پاس ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہماری اس گزارش کا خلاصہ یہ بتلانا ہے کہ دراصل اشتراکیوں کو نہ اس بات کا علم ہے کہ دولت کی غلط تقسیم کا ذمہ دار کون ہے ؟ صحیح تقسیم کیسے ہووے اور محنت و دولت میں توازن کس طرح قائم کیا جائے ؟ کم از کم مسلمانوں کو تو اس حقیقت پر ایمان لے آنا چاہئے۔ آئیے ! اب دولت کی غلط تقسیم کے اصل منبع تک پہنچیں۔ اور دیکھیں کہ انسانیت کی گمراہی اور تباہی کا سامان کیسے اور کہاں سے پیدا ہوا۔

آج صحافت، سیاست اور ادب کی دنیا میں بڑی کثرت کے ساتھ تہذیب و تمدن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں کی زبان پر بار بار ان کا ذکر آتا ہے وہی لوگ ان الفاظ کی صحیح، سادہ اور فطری حیثیت سے بیخبر ہیں۔ ان کے نزدیک تہذیب و تمدن کے معنی اپنی ہر خواہش کو پورا کرنا، اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا، اپنے جسم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا، دوسروں کو پیچھے دھکیل کر خود لگے بڑھ جانا، جبر و قہر، خوشامد و چالوسی، مکر و فریب، دھوکا و دھتکارت غرض ہر جائز و ناجائز طریقہ سے اسبابِ راحت، سامانِ تفریح اور متاعِ نشاط فراہم کرنا اور دوسروں کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہیں۔ سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت اور جمہوریت ہو یا فطائیت ہر نظام، ہر سٹیٹ، ہر حکومت اور ہر فلسفہ کی بنیاد تہذیب و تمدن کے اسی غلط مفہوم پر قائم ہے۔ ساری دنیا کی تہذیب و تمدن قوموں نے تہذیب صرف اس چیز کا نام لکھا ہے کہ اپنے جموں پر فوق البعہ

چمکدار اور ملائم ریشم کی مچھلیں لادیں، اپنے پیٹ میں مرغیں اور لذیذ غذائیں بھر لیں اور اپنے عمدی و ناکارہ جسموں کو بنانے، سنوارنے اور آرام پہنچانے کے صد ہا خزانچہ ایجاد کر لیں غرض یہ کہ مذہب و تمدن قوموں کے نزدیک جسموں کی آرائش و آسائش، سامانِ عیش پرستی اور آسان پسندی ہی زندگی کا مقصود و مدعا ہے۔ ہر ملک و قوم اور ہر نظام نے ہر صاحبِ ند اور صاحبِ طاقت کو یہ اجازت اور آزادی دے رکھی ہے۔ کہ وہ اپنی پارٹی، اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کو غلام بنالے۔ سونے چاندی کے سکوں سے مذہب، اخلاق شرافت اور انسانیت کو خرید کر اپنی جیب میں ڈال لے۔

آج دنیا میں بولوگ صاحبِ ند، صاحبِ حکومت اور صاحبِ اقتدار ہیں ان کے اخلاق اس درجہ پست اور ذلیل ہیں کہ شیر، چیتے، بھٹیڑیے، کتے اور گدھے بھی ان کے سامنے شرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی قوموں کے سیاہ و سپید کے مالک ہیں۔ سیاست کی دنیا میں ان کا طوطی بول رہا ہے۔ اس لئے کہ ہر ملک و قوم کے تمدن و نفس پرست، اربابِ حکومت و اقتدار کی خدائی کو منوانے، ان کے عیوب کو محاسن ثابت کرنے، ان کی نااہلیوں پر پردہ ڈالنے، ان کے حیر و جور اور ظلم و تشدد کو عدل و انصاف، ان کی فساد انگیزی کو امن پروردی اور ان کے تباہی خیز کارناموں کو تعمیر و اصلاح کے پردہ گرام ثابت کرنے کے لئے خلفی، شاعر، ادیب، صحافی اور بڑے بڑے قائد سرگرم عمل ہیں۔ اور اپنی ذہنی صلاحیتوں و عملی قوتوں کو بے دریغ صرف کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کے مدعیانِ علم و عقل اور نمائندگانِ قوم و وطنیت اور قومیت کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ اور سرمایہ داری اشتراکیت اور جمہوریت کے فریب میں مبتلا ہیں۔

چالاک و مکار انسان اٹھتے۔ چند مقصد، چند مصلح کار اور چند متمول افراد کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم پر چھپا جاتے ہیں۔ یہ چالاک و مکار لوگ عوام کو چند نفعوں چند دعووں، چند وعدوں اور چند امیدوں کا سبز باغ دکھا کر دنیا و مافیہا سے بخیہ کر دیتے اور ذرائع دولت پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ جو شخص اس قبضہ کے خلاف آواز اٹھا کر اس کو ملک و ملت کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔

قانون اور دولت کا غلط استعمال

کار اور مکار لوگ برسرِ اقتدار آجاتے ہیں تو وہ اس چیز کو بھول جاتے ہیں کہ حقیقی عظمت کا راز خدمت میں پوشیدہ ہے۔ قوموں کے لئے صرف مادی سامان ہی سب کچھ نہیں بلکہ اصل اور بنیادی چیز اخلاق ہے۔ انسان کی اصل حیثیت آزادی و خود مختاری نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اور مسئولیت ہے۔ وہ ان حقائق کو بھول کر اپنے آپ کو آزاد و خود مختار اور غیر مسئول سمجھ لیتے ہیں۔ بجائے خادم ہونے کے خنڈہ بن جاتے ہیں۔ انہیں خدمت و محنت سے عار آنے لگتی ہے۔ یہ خود ساختہ اربابِ اقتدار رفتہ رفتہ اپنے آپ کو ایک ایسی جماعت تصور کر لیتے ہیں جو نسلی شرافت میں عوام سے بہت اونچی ہوتی ہے۔ وہ اعلیٰ ہوتے ہیں اور عوام ادنیٰ۔ جن کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اچھے طبقہ کی چالوسی کر کے زندہ رہیں۔ اور اچھا طبقہ اپنے آپ کو قوم سے بہت بلند خیال کرنے لگتا ہے۔ اور جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے قبضہ میں دولت اور طاقت اگٹی ہے تو وہ ایسے قانون بنانا شروع کر دیتا ہے جن سے اس کا ذاتی اثر و اقتدار محفوظ رہے۔ اس کی قوت میں اضافہ ہو اور ہاتھ آتی ہوئی دولت کسی طرح جانے نہ پائے۔

وہ جس تہذیب اور تمدن کو ترقی کا سرچشمہ سمجھ کر دھڑے دھڑے ہیں وہ درحقیقت سراب ہے۔ دنیا کی تمام قومیں جنہیں اپنی تہذیب پر ناز ہے اور جو بزرگم خود سمجھ رہی ہیں کہ ہم ترقی کے مایح ملے کر رہی ہیں۔ وہ قحط، مذہب و اخلاق اور عدل و انصاف سے دور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

تہذیب و تمدن کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ افراد انسانی مل جل کر اخلاقی و سلوک کے ساتھ ایک جگہ رہیں۔ ان سب میں تعاون و تناسر، خدمت و ہمدردی، ایثار و قربانی اور محبت و رواداری کی روح کار فرما ہو۔ وہ پوری قوم کو ایک کل تصور کرنے لگیں۔ ہر فرد اپنے آپ کو اس کل کا جزو سمجھے۔ ہر جزو اس کل کی بسود اور فائدہ و تحفظ کے لئے کام کرے۔ اور کل ہر جزو کے لئے جانے۔ نہ کل کسی جزو کے خلاف کوئی ناجائز جبر و تشدد کرے۔ اور نہ کوئی جزو کل کے خلاف کوئی ایسی حرکت کرے جس سے کل کو نقصان پہنچے۔ کرو فریب اور ناجائز متعلقہ کا جذبہ نہ کل میں ہو نہ جزو میں۔ محنت کریں تو سب اور فائدہ اٹھائیں تو سب۔ پیٹ بھریں تو سب اور بھوکے مریں تو سب۔ تکلیف میں ہوں تو سب اور راحت میں ہوں تو سب۔ یہ ہے تہذیب و تمدن کا وہ خاکہ جس کو ہر نبی نے ہر زمانہ میں انسانوں کے سامنے پیش کیا۔ اور جس کی بنیاد وحی الہی پر تھی۔

مگر آج انسانوں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے منہ موڑ کر جو تہذیبیں گھڑ رکھی ہیں وہی دنیا میں ظلم و فساد اور دولت کی غلط تقسیم کی جڑ ہیں۔ جہاں جہاں میں محمدانہ اور غیر فطری تہذیبیں قائم ہیں وہاں تہذیب کا الٹا نتیجہ نکل رہا ہے۔ ہر ملک و قوم میں سے ایک یا چند

کفار و مشرکین اور فساق و فجار سیاست دان اور حکمران اپنی قوت، اپنے اقتدار، اپنی عظمت، اپنی شان اور اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے اپنی قوم کے بااثر قائدوں مفکروں، مدبروں، شاعروں، اورادیوں کو اپنا ہوا خواہ بنالیتے ہیں۔ وہ ایسے امرا و وزرا کی ایک چھوٹی سی جماعت پر الطاف و کلام کی بارش کر کے اس کو اپنا گرویدہ انسان بنالیتے ہیں۔ ان کی دولت، علمیت، قابلیت، عقل اور ضمیر کو خرید لیتے ہیں۔ اور پھر موٹو پھولوں پر تاؤ دیکر بے کھٹکے قوم کی خدمت نہیں بلکہ اس پر خدائی کرتے ہیں۔ اب بڑی آسانی اور خوبصورتی کے ساتھ سادہ لوح، محنتی اور ایماندار لوگوں کی کماٹی حکمرانوں اور امراء و وزراء کی جیبوں میں جانے لگتی ہے۔ ایک طرف فلک بوس قلعہ، شاندار محلات، جنت نظیر کوٹھیاں، فردوس نظریات، ہوٹل کلب اور سیرگاہیں تعمیر ہوتی ہیں۔ دوسری طرف لاکھوں انسانوں کو سر چھپانے کے لئے جھوٹیاں توہیں ایک طرف درختوں کے سایہ بھی میسر نہیں آتے۔ ایک طرف سوئے چاندی کے پیالوں میں بادۂ ارغوانی کے در چلنے لگتے ہیں۔ اور دوسری طرف لاکھوں کروڑوں انسانوں کو پیٹا بھرنے کے لئے ایک ٹکڑا، تن ڈھانکنے کے لئے چمڑا اور سر چھپانے کو جھوٹا میسر نہیں آتا۔

مغربی تہذیب اور قوم کے دو ٹکڑے | صحیح تہذیب تو یہ تھی کہ قوم کے

تمام افراد مل کر قوم کی ترقی اور جہود کے لئے کوشش کرتے۔ ہر شخص اپنی قوم کا خادم ہوتا۔ سب مشترکہ طور پر محنت کرتے اور سب مل کر کھاتے۔ سب کی مشترکہ محنت، منصفانہ تقسیم اور عادلانہ نظام سے قوم کی آسودہ حالی میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاں جہاں بعض میں

مغربی تہذیب کو اپنا اور ڈھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں وہاں چند حکمرانوں اور تھوڑے سے متمول افراد کو تو یقیناً ہر قسم کی راحتیں، لذتیں اور آسائیاں حاصل ہیں۔ انکو ضرورت اور ان کے استحقاق سے بہت زیادہ آسائیاں ہم پہنچ گئی ہیں۔ لیکن کثیر افراد کا یہ حال ہے کہ دن رات محنت کرتے کرتے، مصیبتیں سستے سستے، تکلیفیں اٹھا اٹھاتے اور خون پسینہ ایک کرتے کرتے مرے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی زندگی کی آسائیاں اور راحتیں میسر نہیں آتیں۔ اس لحدی تہذیب نے ہر قوم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یعنی ایک امراء کا طبقہ اور دوسرا غربا کا طبقہ۔ ان دونوں طبقوں کے عادات و خصائل، رہن سہن اور طرز و دماند میں اس قدر فرق ہو گیا ہے کہ ان دونوں طبقوں کو ایک قوم کے افراد کہنا دنیا کی آنکھوں میں لندن و پیرس کی خاک جھونکنے۔ طبقہ امراء نے دنیا بھر میں قانون، سیاست، علم اور عقل کو اپنی لوٹڈی بنا رکھا ہے۔ اور وہ غربا کا خون چوسنے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ انہوں نے تہذیب و تمدن کی تمام ترقیوں اور برکتوں کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ اور وہ غربا سے الگ رہنے اور ان سے نفرت کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ ان کی غربت اور افلاس کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ ان کے میلے کچیلے جسم امیرانہ نگاہوں کو بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے گندے و غلیظ گھروں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان کے مریض و معلول بچوں کو دیکھ کر امیر و کمو کم گھن آتی ہے۔

امیروں کا غرور و انایت اور انسانیت کی قلت

تہذیب یافتہ امراء کی بارگاہ سے غربا کو ادنیٰ طبقہ کا خطاب ملتا ہوا ہے۔ دولت و طاقت کے مالک کہتے ہیں کہ فی الحقیقت

ٹاٹا الٹ دیں۔ اور ممبر و ظلم کا انتقام جبر و ظلم ہی لیں۔
اور یہ دنیا بھٹیروں کا مسکن بن کر رہ جائے۔

اعلیٰ طبقہ اور تہذیب کے قوانین سے بغاوت

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہ اعلیٰ طبقہ جو اپنی تہذیب کی ڈینگیں مارتا اور اپنی ترقی پر فخر کرتا ہے۔ وہ انسانیت کے دامن پر سیاہ دھبہ ہے۔ اسی طبقہ نے دنیا میں سب سے پہلے تہذیب کے قوانین سے بغاوت کر کے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد ڈالی جو قوم کی تعزیر کے مترادف تھی۔ اس لئے کہ یہ طبقہ اپنی ذاتی قابلیت اور ذاتی کوشش سے نہیں اُبھرا۔ اور نہ اس طبقے غربا سے آگے بڑھا کہ اس میں تہذیب و ترقی کی زیادہ صلاحیت تھی۔ اگر یہ طبقہ اپنی قابلیت، جفاکشی، محنت اور ایمانداری سے اُبھرا ہوتا تو آج دنیا میں نہ سرمایہ داری ہوتی اور نہ اشتراکیت۔ انسانوں کی بد نصیبی تو یہ ہوئی کہ اس کام پور اور نوالے حاضرہ طبقہ نے محنت و مشقت سے جان چڑائی۔ اس طرح تہذیب کے قانون سے بغاوت کی اور جفاکش، محنتی اور ایمان دار لوگوں کی کمائی پر اپنی امارت کی بنیاد رکھی۔ زمین میں ہل چلا کر، غلہ بوکر اور محنت کر کے غذائی ذخیرے پیدا کئے زمینداروں نے اور انوع و اقسام کی لذیذ غذائیں میسر آئیں امیروں کو۔ روٹی، آون اور رشیم سے ہاتھوں یا مشینوں کے ذریعہ کپڑے تیار کئے کاریگروں اور مزدوروں نے۔ مگر پر تکلف و ذرق و برق پوشاکیں بنیں اہلیہ کے لئے۔ سر بہ فلک عمارتیں عظیم الشان پُلیں۔ پختہ مٹرکیں اور فردوس نظر باغات بنائے غریبوں نے اور تہذیب و تمدن کو پروان چڑھایا جفاکش لوگوں نے اور زندگی کے مزے لوٹے کام چوروں نے۔ پھر لطف یہ کہ جن جفاکش، محنتی اور ایماندار لوگوں نے دنیا کو گھرا بنایا

غریب ادنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ نہ ان کے پاس علم ہے نہ دولت نہ عقل و خود ہے نہ انسانیت، نہ شائستگی ہے نہ تہذیب صرف تھوڑی سی جسامتی قوت ہے۔ جو تمام جانداروں میں بھی ہوتی ہے۔ لہذا وہ بھی جانور ہی ہیں۔ اگر ان کو جبر و تشدد سے دبائے نہ رکھا جائے تو وہ اس قوت کا غلط استعمال کریں گے۔ امن و انتظام کو نہ وبالا کر دیں گے۔ اور اس خوبصورت و دلربا دنیا میں ہر طرف خون کی ندیاں بہتی نظر آئیں گی۔ لہذا کوئی تہذیب یافتہ انسان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ انسان پھر اسی بدویت کے دور میں چلا جائے۔ جہاں سے وہ صد یا سال میں ترقی کرتے کرتے اس دور تہذیب تک پہنچا ہے۔

سونے چاندی، رشیم و کھواب اور نفیس و شیطان کے سجاری کہتے ہیں کہ اگر ہم خود کو تہذیب یافتہ سمجھتے اور اعلیٰ طبقہ میں شمار کرتے ہیں تو بالکل حق بجانب ہیں۔ اس لئے کہ فی الحقیقت ہم اعلیٰ داعی قابلیتوں اور فکری صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ہمارے اخلاق بلند اور پاکیزہ ہیں۔ ہمارے خصائل و اطوار پرندیدہ ہیں۔ ہمارے جسم و مقبوض و توانا ہیں۔ ہمارے لباس قیمتی اور خوبصورت ہیں۔ ہماری کوشیاں اور جنگلے مزین و آراستہ ہیں۔ اور ہمارا تہذیب و شائستگی غریبوں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ لہذا ہمارا یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ کہ غریبا اگر بہائم ہیں تو ہم انسان۔ وہ اگر انسان ہیں تو ہم فرشتے۔

یہ ہے امر الکی وہ فرعون کی ذہنیت، غرودی سیرت قارونی افکار اور ظالمانہ اعمال جنہوں نے دنیا میں ظلم و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ جس نے مذہب، اخلاق اور انسانیت کو ذلیل و رسوا کر رکھا ہے۔ اور غریبا کو مجبور کیا ہے کہ وہ سڑیہ داری ہی کو تمام مظالم و مفسد کی بڑ سیجھ کر سرمایہ داروں کا

اور زندگی کی نعمتوں و برکتوں کی نابرابری ہی دنیا میں بدامنی، اضطراب، بے چینی، درد و کرب، لوٹ مار، دشت و بریت اور قتل و غارت کا سبب بنی ہوئی ہے۔ یہ دنیا کا کتنا بولنگ اور دردناک منظر ہے کہ ایک طرف غربت، افلاس، بھوک، تنگ، گندگی، بیماری، جہالت اور مصیبت نے ان گنت انسانوں کو اپنی آہستی گرفت میں لے رکھا ہے۔ دوسری طرف دولت، عزت، راحت، آسائش، آرایش، عشرت، مسنی، شباب، مرتبہ، رتبہ، اختیار اور اقتدار ایک مختصر سی اقلیت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ فرق یہ تفاوت اور یہ نابرابری ہی اس وقت انسانیت کا مرکزی مسئلہ ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم میں اسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوششیں اور تدبیریں ہو رہی ہیں۔ مگر یہ مسئلہ کسی طرح حل ہونے میں نہیں آتا۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جس علم و بصیرت، قابلیت و حکمت، عقل و جہاں بین، مستقیم نظر، خلوص و دیانت اور عدم و تہمتال کی ضرورت ہے۔ اس سے تمام اقوام و ممالک مفکر و مدبر محروم ہیں۔ یہ چیز تو انسانوں کو وحی و نبوت اور ہدایت الہی سے میسر آ سکتی ہے۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ دانشورا عالم نے خدا کا انکار کر کے انسانوں کو خدا بنا رکھا ہے۔ اور جو لوگ خدا کو ملتے ہیں وہ بھی لمحوں کے بہروں میں آتے ہوئے ہیں۔

تاہم پڑھی لکھی اور کسی قدر سمجھدار دینا نے یہ تو سمجھ لیا اور مان لیا ہے کہ دنیا کے مصائب و غیر مساوی تقسیم دولت اور معاشری تفریق کے باعث رونما ہوتے ہیں۔ اور اس کا حل ایک ایسی معاشرت ہے جس میں یہ تفریق و نا انصافی نہ پائی جاسکے۔ اب اگر دنیا کے بوجھ بھکڑوں میں حقیقت بینی، حقیقت شناسی، حق پسندی

اور آرام و آسائش کے سامان مٹا کئے۔ انہی کو چالاک لوگوں نے جہالت، افلاس اور مصیبت کے جہنم میں جھونک دیا۔ ان کے میلے کھیلے جسم اور لباس امیرانہ نگاہوں کو بُرے معلوم ہوتے ہیں، ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ان کو جانوروں سے بدتر بتایا جاتا ہے۔ اور ان پر ڈنڈے کے زور سے حکومت کی جاتی ہے۔

دنیا کی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دنیا پر کام چور اور مفت خور لوگوں نے محض اپنی دولت کے بل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ مفکروں، ادیبوں اور سیاست دانوں کو انہوں نے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ انہوں نے ایسے ذریعے ایسے وسیلے اور ایسے حیلے ہمارے تراش رکھے ہیں جنکی بدولت انہیں کام بھی نہ کرنا پڑے، ان کے امدی پن، ان کی مکاری و چالائی پر وہ چڑا رہے۔ اور ان کو ساری دنیا کا عیش و آرام بھی میسر آ جاتے۔ ان کی عیش پرستی، مسرفہ زندگی اور بے قید آزادی ہی دنیا میں معاشی ناہمواریوں اور غلط تقسیم دولت کا منبع ہے۔ جن تک دنیا کا انتظام لمحوں، نفس پرستوں اور اٹک کفر و ضلالت کے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت تک نہ جمہوریت دکھی انسانوں کو امن و انصاف دے سکتی ہے اور نہ اشتراکیت مظلوم و فقیر انسانیت کا بول بالا کر سکتی ہے۔

معاشی نا انصافیوں کا علاج جمہوریت اور اشتراکیت

آج ساری دنیا میں مجدد انسانیت مفکروں اور مدبروں کے سامنے سب سے بڑا اور اہم سوال معاشی نا انصافیوں کا ہے وہ سماجی نابرابری یا اسلامی اصطلاح میں عدم مساوات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ جدید و رتبہ کی نابرابری، کلچر و تمدن کی نابرابری، ترقی و راحت کے مواقع کی نابرابری

اپنے طبقہ کو جانتے ہیں۔ حقیقت شناسی کا ان میں مادہ ہی نہیں۔ اپنے نفع و نقصان کو بھی نہیں جانتے۔ رہبر اور سربراہ میں تمیز کرنے، کھوٹے کھرے کو پرکھنے اور مخلص و ریاکار کے جاسچنے کا شان کے پاس کوئی معیار ہوتا ہے اور نہ سلیقہ۔ وہ تو صرف جذبات کے بندے اور زندہ باد و مردہ باد کی پیشکش ہوتے ہیں۔ جسکو چاہتے ہیں آسمان پر پڑھا دیتے ہیں اور جسکو چاہتے ہیں تخت الشری میں پہنچا دیتے ہیں۔ ایک چائے کی پیالی پر وٹا کو نذر پڑھا دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے یہاں رائے عامہ کوئی چیز نہیں۔ اُن میں جو کھوٹے بہت عاقل و فرزاد، ہوشمند، زمانہ شناس، مخلص اور قابل ہوتے ہیں انکو چالاک و مکار اور نااہل و بدکار لوگ محض اپنی دولت و دولت کی طاقت سے پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں جمہوریت ایک دھوکہ اور ڈھکوسلہ نہیں ٹوا دیکر کیا ہے؟

(باقی آئندہ)

نیشنلسم



داڑھ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت، آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد انرا جائے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں؟

(غلام حسین منیچہ)

اور صداقت و آزادی کا مادہ ہوتا تو وہ مان لیتے کہ ایسی معاشرت کی بنیاد تو صرف اسلام ہی رکھتا ہے۔ جس میں ہر قسم کی تفریق و ناانصافی کا قلع مع ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ مذہب و ترقی یافتہ انسانوں کو خدا، مذہب اور اخلاق سے بڑھ ہے۔ اس لئے وہ دانستہ یا نادانستہ راہ راست سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور گمراہی و بتا ہی پر مٹے جا رہے ہیں۔

مذہب و اخلاق کے دشمن اور حق و صداقت کے منکر اسلام کی طرف تو نہ آئے کیونکہ ان کی خدائی خاک میں ملتی تھی۔ انہوں نے بھولے بھلے انسانوں کو بھلائے اور عوام کو بیوقوف و بدصوبانے کے لئے جمہوری طرز حکومت نکال مارا۔ عوام اس کھلونے کو لیکر راضی اور خوش ہو گئے۔ اور سمجھے کہ یہ آزادی کی شلیم پری ہے۔ اس پر ہمارے عوام اس طرح رتے ہوئے ہیں کہ عقل و خود کو طلائے بیٹھے۔ آئیے اب جمہوریت کا جائزہ لیں۔ اور دیکھیں کہ وہ انسانی مصائب کو دور کرتی ہے یا ان کی لپیلا پوتی اور پردہ داری کرتی ہے۔

جمہوری طرز حکومت کے بنیادی اصول دو ہیں۔ شخصی آزادی اور سیاسی مساوات جمہوری حکومت رائے عامہ کے مطابق ترتیب دی جاتی ہے۔ چند معمولی اور آسان شرطوں کے ماتحت ہر شخص کو آزادی اور اجازت ہوتی ہے کہ وہ رائے دے سکے۔ ہر شخص کیلئے موقع ہوتا ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ اور قابلیت یا چالاک سے فائدہ اٹھا کر بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ جمہوری حکومت عوام کی نمائندہ، عوام کی ترجمان، عوام کی خبر خواہ اور عوام کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ طفل تسلیاں، دل بھلائے اور حماقت مآبیاں ہیں۔ کیونکہ عوام کا یہ حال ہے کہ نہ انہیں دنیا کی خبریں نہ دین کا پتہ۔ وہ صرف اپنے پیٹ، اپنے مفاد، اپنی بھادری اور

ماہِ رمضان المبارک کے متعلق پیغام اسلام

(دائرہ نشر شعبہ تبلیغ مجلس حزب الانصار بھیرو)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری زندگی میں ہر مغفرت و رحمت کا اور عذاب و دوزخ کی سبقت کا بابرکت مہینہ رمضان المبارک آہو چکا جس میں اللہ تعالیٰ نے وہ مقدس و متبرک کتاب قرآن مجید نازل فرمائی جو تمام انسانوں کیلئے ابدی ہدایت کا پیغام ہے۔ اور ہمیں حق و باطل اور کفر و اسلام کو جدا کرنے والی کھلی کھلی نشانیاں موجود ہیں۔ ہم بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں یعنی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں۔ اسلئے غلاموں اور بندوں کی طرح کچھ لینے آفانے احکام کا معلوم کرنا اور اس پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ پس آج سے شروع کر کے پھر عمل کیجئے۔ اس بابرکت ماہ رمضان المبارک کے متعلق خداوند تعالیٰ اور اس کے سچے رسول نے کیا ارشاد فرمایا۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مسلمانوں کے نام،
حضرت سلمان مبنی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں خطبہ پڑھا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے لوگو! تمہارا پاس ایک بڑا اور برکت والا مہینہ آہو چکا یعنی رمضان، ایسا مہینہ جس میں ایک بات (ذیلہ اللعند) ایسی راست ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہر مہینہ تک عبادت کر نیسے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض کیا۔ اور اسی شب بیداری (تراویح) کو فرض سے کم یعنی سنت کیا ہے۔ جو شخص اس میں کسی نیک کام سے جو فرض نہ ہو خدا تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اس کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ایک فرض ادا کرے۔ اور جو کوئی اس میں کسی فرض ادا کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اس کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ستر فرض ادا کرے یہ ایک دوسرے ہمدردی اور مہربانی و منتظاری کی مشق کرنا کا مہینہ ہے۔ ہمیں مومن کی ظاہری اور محسوس روزی بڑھانی جاتی ہے۔ اور رزق میں فراخی اور برکت آتی جاتی ہے جو شخص اس میں روزہ دار کا روزہ کھلاوے (یعنی کچھ افطاری دے) یہ اس کے گناہوں کی بخشش کا اور دوزخ سے اس کے چھٹکار کا دوا دہیہ ہو جائیگا۔

اور اس کو بھی روزہ دانے کے برابر ثواب ملے گا۔ ہر طرح سے کہ اس کا ثواب بھی نہ گننے کا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض شخص کو اتنا کم میسر نہیں جس روزہ دار کا روزہ کھلاوے (یعنی پوچھنے والے روزہ کھلاوے کا مطلب یہ سمجھ کر کہ پڑھ کر کھانا کھلائے) آپ فرمایا اللہ تعالیٰ یہ تو اب اس شخص کو بھی دیتا ہے جو کسی روزہ ایک چھوٹے پر یا بڑے بھائی پر یا دودھ کی لسی پکھلاوے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اصل حجت اسی کے نزول کا وقت ہے۔ اس کا درمیان مہینہ مغفرت خداوندی کا زمانہ ہے۔ اور اس کا آخری مہینہ دوزخ کی آگ سے بچنے کا وقت ہے۔ جو اس مہینہ میں اپنے غلام و گناہوں کو اس کے تو اللہ تعالیٰ اسے بخشے گا۔ اور دوزخ سے آزاد کرے گا۔

ان ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر آپ حضرت کیند مت میں خدا و رسول کا واسطہ دیکر عرض کیا کہ مغفرت و رحمت اس بابرکت مہینہ کو اور آتش دوزخ بچنے کے اس عامل نہ کہ کو یہی ضابطہ نہ کر دو۔ بلکہ

(۱) یہ مہینہ ہر طرح گراوے۔ کہ شب و روز قرآن مجید کی تلاوت ہو۔ درود شریف پڑھنے کی کثرت ہو۔ فرائض و نوافل میں مشغولیت ہو۔
(۲) ہر باغ عاقل و نامرد و عورت پر روزہ فرض ہے۔ اسلئے جن حضرات پر روزہ فرض ہے۔ وہ ضرور روزہ رکھیں۔ نماز، زکوٰۃ اور حج کی طرح روزہ بھی اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا اور لازمی حکم ہے۔ قرآن مجید اور بہت سی احادیث میں اس کی بہت سخت تاکید آئی ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی نماز و زکوٰۃ کو چھوڑ کر رہے۔ مگر روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نجات کیلئے کافی نہیں۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت اور اس کے دل میں خوف رکھنے کی خاص نشانی ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ گناہوں اور دوزخ کی آگ سے بچنے کا ایک ڈھال ہے۔ اور مضبوط قلعہ ہے۔ اور باطنی بیماریوں اور گناہوں سے بچانے کے ساتھ ساتھ ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتے رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ فرمایا ہر شی کی زکوٰۃ ہے اور بدن

(پیغام اسلام)

(مجلس حزب الانصار)

برتی گئی تو اس گناہ اور مجرمی کی سزا میں عذاب آفریت قبل ہی دنیا میں بھی رسوا کن عذابوں کا خطرہ ہے۔ اور یقینی خطرہ ہے۔ کیونکہ افراد کے شخصی گناہوں کو تو دنیوی سزا سے محاف کیا جاسکتا ہے۔ مگر قوم کے اجتماعی جرم کو محاف نہیں کیا جاتا۔ اور ان پر ضرور عذاب ہمیں نازل ہو جاتا ہے۔ اور پوری قوم تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ روزہ رکھنے کیساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عقیدت، جھوٹ، خبیث فوری، بہتان تراشی، دھوکہ دہی، چوری، زنا، بدنظری، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑاؤں اور دوسرے تمام گناہوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ روزہ کی اصل حکمت تو یہ ہے کہ یہ بااخلاقیان اور بد اعمالیاں دور ہو جائیں۔

(۳) رات کو نفل نمازیں پڑھنا اور قرآن مجید کی تلاوت فرض سے تو کم لیکن سنت کام ضرور ہے۔ اس گروہ درگروہ مسجدوں میں جاؤ اور عجمائیں رکعت نماز تاراج نہ پڑھا کرو۔ اور بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید ختم کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادہ ہمت سے تو ایک سے زیادہ ختم کر کے حزیں درجات و قرب الہی حاصل کرو۔ اس مہینہ میں خصوصیت کیساتھ نفل کاموں کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اسلئے نفل نذرانوں کے ساتھ نفل صدقات و خیرات کی بھی کثرت کرو۔ مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی خبر گیری کرو۔ آفریت کی تجارت اور خیریت و ابو و ثواب کی خریداری کیلئے یہ مہینہ مٹھی سٹکے کا زمانہ سمجھو۔

(۴) فرض کاموں کا زیادہ اہتمام چلے۔ اسلئے پانچ وقت بجا نماز کی خاص پابندی کرو۔ اور امید ہے کہ مہینہ بھر یہ پابندی کرو گے تو سال بھر کیلئے مستحق ہو جائیگی۔ زکوٰۃ اگر ادا نہ کی ہو تو سال پورا تھا ہو تو رمضان شریف میں ادا کرو۔ زیادہ برکت ہوگی اور خاص ثواب ہوگا۔ اگر آپ پر حج فرض ہے تو اس سال ہی حج ادا کر لیں اگر ارادہ رمضان المبارک میں کرو اور عید الفطر کے بعد ہی روانگی کی تیاری کرو۔ الغرض ایسا نہو کہ رمضان گذرے اور آپ پر کوئی فرض باقی نہ ہو۔

(۵) یہ مسلمانوں میں آپ کی ہمدردی و خیر خواہی کا خاص مہینہ ہے۔ اسلئے ہر طبقہ و حیثیت کے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کا کچھ آپس کی ہمدردی کا مظاہرہ کرو۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، تنگدلوں

کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ) اور حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ روزہ رکھا کرو۔ تندرست رہو گے۔ (طبرانی)۔ میرے بزرگ! شیطان تمکو یہ دھوکہ دیکر تباہ نہ کرے کہ کچل دن لمبے ہیں۔ سخت گرمی ہے۔ روز کماں رکھے جاسکتے ہیں۔ یاد رکھو! قیامت کا دن بہت ہی زیادہ لمبا ہے۔ جس قرآن مجید پر ہمارا ایمان ہے اس میں معاہدہ سراسر ادا ہے کہ وہاں کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ لمبائی اور سختی سے بچوں کے بال سفید ہو جائیں گے۔ اور پھر روزہ کی آگ کی گرمی آپس اب یہاں کی گرمی سے کہڑا ہو گا۔ ورنہ دے زیادہ ہے۔ قل نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا۔ پس خدا سے، خدا کے عذاب، میدان محشر کی رسوائی و شرمندگی اور وہاں کی پیاس اور گرمی سے ڈرو۔ اور خدا کا حکم مان کر روزہ ضرور رکھو۔

اگر ہمارا کوئی بھائی بیماری یا سفر کی وجہ سے شرعاً صحیح عذ کی بنا پر روزہ نہیں رکھ سکتا۔ پھر بھی وہ اس مہینہ کا احترام ضرور رکھے اور تاکا سکو دیکھ کر دوسروں کو غلط بات نہ سکے۔ وہ بھی ظاہراً علی الاعلان بازاروں، محلوں کو چوں میں نہ کھائے پئے۔ بلکہ علیحدگی میں کھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ بھی شہادۃ اللہ میں ہے۔ اسکا احترام اور اسکی تعظیم واجب ہے۔ اور بے ادبی گناہ عظیم ہے۔ اور میرے محترم بھائیو! جس طرح تم پر نور روزہ رکھنا فرض اور احترام رمضان واجب ہے۔ اس طرح یہ بھی آپکا فریضہ ہے کہ آپ اس چیز کی تبلیغ کریں۔ اور ہر ممکن طاقت سے دوسروں کو روزہ رکھوائیں۔ اور احترام کرنے پر مجبور کریں۔ خصوصیت کیساتھ ہر سراسر اقتدار طبقہ یعنی حکومت کے افسروں اور شہر کے لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس چیز کی پوری نگرانی رکھیں۔ کہ دن بھر کوئی ہوٹل، چائے شربت کی کوئی دکان کھلی نہ ہے۔ ریڈیو کے گانے بجائے، اور فضاؤں ڈائے افسانے بالکل بند ہوں۔ تمام سینما اور موزی کے مقامات بند کر دیئے جائیں۔ فواحش و منکرات کے اڈے چکے وغیرہ بالکل اٹھائے جائیں۔ غضبناک۔ یہ کیا اندھیر لگ رہی ہے کہ پاکستان کی اسلامی حکومت میں اس قسم کی جیساٹی اور گناہ کے کام کھلم کھلا ہو رہے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہو رہی ہو۔ مسلمان قوم اور مسلمان حاکم خاموش دیکھ رہے ہوں۔ اگر غفلت

و ملازمت اور ہر ذریعہ محاش میں اسلامی قافلوں کا پورا پورا خیال رکھو۔ سکولوں کا بچوں کو اسلام کی تعلیم کا پس بناؤ۔ اور یہاں اِنَّمَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَخَلَعُوا فِی السَّلَامِ کَافَّةً کی پوری تعمیل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

اٰمِیْنُ یَا سَرِّبَ الْعَالَمِیْنَ

بقیہ ص ۳۱

یہ غمزدہ ہے۔ اور اس لئے ہماری درخواست یہ ہے کہ پاکستان میں قرارداد مقامہ کے تحت کی کاشت کب ہوگی؟ اس کیلئے زمین کب اور کیسے تیار کی جائیگی۔ اسکی بامیدگی کے لئے علوم دینیہ اور اخلاق فاضلہ کی نہریں کہاں کہاں سے اور کس طرح نکالی جائیں گی۔ اور اس کیلئے کھاد دینا کرنے کی کیا کیا صورتیں کی جائیں گی۔ اور روشیدگی و بالیدگی کے مختلف مراحل میں اس کی نازک کو نپلوں، شاخوں، پھولوں اور شکوفوں کو کن تداہیر کے ذریعہ چرندوں پرندوں کیڑوں کوڑوں اور امراض سے محفوظ کیا جائیگا؟ امریکی اخبار لائیس وہ تشریح طلب کرتے ہیں اور ہمارے محترم وزیر عظم صاحب نے فوراً ہی نے البدیہ یہ جواب ارشاد بھی فرمادیا۔ مگر ہم پاکستان کے باشندے یہ تشریح طلب کرتے ہیں۔ اور امید رکھیں گے کہ محترم وزیر عظم صاحب ہم کو بھی جواب باصواب سے مشرف فرمائیں گے۔

شاہاں چہ عجب گو نواز ند گدانا۔

حضرت شیخ الاسلام کا رسالہ "الثبات" اور مرزائی

معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی نور اللہ مرحومہ کے رسالہ "الثبات" رحمہ الخاطف المرتاب کے متعلق "الفصل" میں ایک مرزائی شیخ عبدالقادر نے ترویجی میدان شاخ کیا ہے۔ اسکا تفصیلی جواب انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شمارہ میں پیش کیا جائیگا۔

لوگوں کی امداد و اعانت کرو غیراتی ہسپتال، خیراتی یونانی دواخانے، بے روزگاروں کو روزگار دیتا کر نیکے لئے تجارتی انہیں بلکہ امدادی نقطہ نگاہ سے کارخانے جاری کرو۔ مسلمان بچوں کو مذہبی تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے مکتب بناؤ۔ عربی مدر جاری کرو، مسجدوں کو آباد کرو، قومی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے اسلام کے اصول کی مطابقت آپس کے مشورہ سے طے کر کے وہ تمام تدبیریں اختیار کرو جن حقیقتہً ہماری حق ایک مسلمان قوم بن سکے۔ آقا اپنے ذکر و مزدوروں، انصار اپنے ماتحتوں اور سربراہ دار مزدوروں پر رحم کریں اور انکو ذلیل و خوار نہ سمجھیں۔ انکی توفیق نہ کریں، انپر زیادہ دھم دھم ڈالیں، انکو بلا وجہ نہ ڈالیں، بلکہ کام کا پورا پورا معاوضہ فوراً ہی بلا حیل و حجت ادا کیا کریں۔ الغرض انکی کسی طرح دلائل جاری نہ کریں۔ ایک مسلمان کی نسبت بڑی ہمدردی اور غیرتواری ہوئے مسلمان بھائی کیساتھ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اُسے دین کی بات بتلائے۔ اور دین کی راہ پر چلائے۔ اسلئے اس جہیز میں تبلیغ دین کی ہم اور بھی زیادہ تیز کرنا چاہئے۔

(۷) جس طرح ہر روزہ دار اپنے لئے افطاری کا انتظام کرتا ہے اسی طرح اپنی اپنی طاقت کے مطابق وہ دوسرے روزہ داروں کی افطاری کا بھی خیال رکھے۔ جو اہل دولت ہیں وہ غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں، ہمت کیا کریں۔ اور متوسط درجہ کے لوگ اپنی وسعت کے مطابق تصور اہت ضرورتیں کم از کم رمضان شریف میں توجہات ختم ہوئی چاہئے۔ کہ ہر گھریلو چوڑیوں در بدر ایک ایک رقم لے لیتے کیلئے ہماری قوم کے بچے، بیواؤں اور بوڑھے کمزور و بیمار چلائے ہوئے پھر رہے ہیں۔ اگر سربراہ دار خدا کا خوف دل میں رکھ کر پوری زکوٰۃ ادا کریں اور ان مساکین کا جو تاثیر شرعی ہے وہ انکو دنیا شروع کر دیں تو یہ حالت کافی کم بلکہ ختم ہو سکتی ہے۔ پس ای مسلمان بھائیو!

اپنے آپ پر، اپنی قوم پر اور اپنے ملک پر رحم کرو عام عذاب الہی کے آجانے اور صبر کے تباہ و برباد ہونے سے پہلے ہم کو سنبھلنا چاہئے۔ اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پوری پابندی کر کے واقعی مسلمان بننا چاہئے۔ اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو مسلمان بناؤ۔ تجارت اسلامی اصولوں پر کرو۔ صنعت و حرفت و زراعت

۵۹۱۰ - نادر

۵۲۶ - محمد رضا خان قاجار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰

جون ۱۹۵۰ء

علامہ حسین ایدہٹر پرنٹر پبلشر نے تذاتی بروقی پریس سرگودھا سے چھپوایا
دفتر جوبندہ شمس الاسلام بھیرہ (پاکستان) سے شائع کیا
